جواب شرکی بتر کی

سوانح عمری

انما انا قاسم واللہ یعطی

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ

جواب ترکی بترکی

جسمیں آریہ سماج کے رسالہ میرٹھ کے جوابات بایمای حضرت
حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا محمد قاسم صاحب
بانی دار العلوم دیوبند لکھے گئے ہیں اور اسی
طرز استدلال پر جواب دیا گیا ہے۔

باہتمام جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب مد فیوضہ

مطبع قاسمی واقع مدرسہ دیوبند میں طبع ہوا

۱۵۲۶

انما انا قاسم واللہ یعطی

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ

جواب ترکی بترکی

جسمیں آریہ سماج کے رسالہ میرٹھ کے جوابات بایمائے حضرت
حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا محمد قاسم صاحب رح
بانی دار العلوم دیوبند لکھے گئے ہیں اور اُسی
طرز استدلال پر جواب دیا گیا ہے

باہتمام جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب مدفیوضہ

مطبع قاسمی واقع دیوبند میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

بعد حمد و صلوۃ ناظران اوراق کی خدمت مین یہ گذارش ہے کہ رسالہ آریہ سماچار میرٹھ بابت ماہ اساڑہ سمت ۱۹۳۶ رفتہ رفتہ رمضان شریف ۱۲۹۶ھ میں ہماری نظر سے بھی گذرا یوں تو لالہ انند لال صاحب نے جو بموجب ہین سی انندلعل بن بیٹھے زاید پرچہ نجم الاخبار میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنایا ہی تھا مگر جواب اعتراض مندرجہ نجم الاخبار ۱۶ مئی ۱۸۷۹ء میں تو وہ زور مارے ہیں کہ پسینہ پسینہ ہو گئے کہیں مونہہ کے اوتنے پر مونہہ ہی کی کھائی کہیں گوہر بے بہا سمجھکر لپکے اور پھوٹی کوڑی ہی ہاتھ آئی کہیں بحث لفظی میں جا کودے کہیں فرق مراتب میں جا اولجھے کہیں مضامین عالیہ کے دھوکے میں خرافات نشہ بازاں میں آدھمکے کہیں کرمک شب تاب کی مانند اولٹے سیدھے کہیں کے کہیں جا چمکے خیر ہمیں تو یہ کہنا مناسب ہے مصرع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت ست ٭ مگر اونکو کون شرمائے کہ تسپر بھی اعتراض مذکور جونکا توں رہا ہائے افسوس کسی نے اونکو یہ نہ سمجھایا۔ آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ برنتابد کوہ را یک برگ کاہ منشی صاحب کی حقیقت معلوم اونکی استعداد کی کیفیت معلوم وہ تو وہ اونکے پیر و مرشد تو اس پہاڑ سے اعتراض کو اوٹھا دو اور یہ بھی جو کچھ کیا در پردہ اونھوں ہی نے کیا ہو گا موافق شعر مشہور ؎ چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں ٭ ہے کوئی اور ہی اس پردہ زنگاری میں ٭ کون نہیں جانتا کہ پنڈت جی ہی منشی جی کے پیر بول رہے ہیں مگر کہنے کو خاکا تو منشی جی کا اوڑیگا مہملات مندرجہ رسالہ کے بدلے ادھر سے بے نقط منشی جی ہی سنیں گے۔ لالہ صاحب آپنے اپنا کام کیا ہوتا مباحثہ علمی میں آپنے ناحق پانو اڑایا

اور چوٹ کھائی اپنی زبان کو اپنے موںہہ میں لئے بیٹھے رہتے تو اچھا تھا غنچۂ لب بستہ سے باد صبا کو ضد نہ تھی ٭ موںہہ کھلا گل کا تو دامن بھی ہوا پھر چاک چاک ٭ لالہ صاحب آپکے مضامین کی حقیقت جن پر آپ کو ایسا ناز ہے جیسے حسینوں کو اپنے رخ و کاکل پر ہوا کرتا ہے وہ تو آپ کو تفصیل وار کھلتی جائے گی پر آپکے اوس ناز بیجا کا جتانا بھی میرے ذمہ ضرور ہے جس میں بزعم خود آپ نہ بہانہ مثل عین نے زبر عف غین نے زبر غف میرا نام محمد یوسف ہمارے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کا دم بھرتے ہیں لالہ صاحب آپ کسی مکتب میں پڑھتے تو یوں نہ فرماتے یا دہا سی پڑہا ہے آپ اب جو فرماؤ بجا ہے خود فہم نہ تھا تو کسی اور ہی سے پوچھ لیا ہوتا کہ مثل مشہور عین نے زبر عف غین نے زبر غف میرا نام محمد یوسف میں اسم محمد یوسف کی تعریف ہے توہین نہیں یہ مثل ایسے موقع پر استعمال کرتے ہیں جہاں مطلب و مقصد عالی ہو پر سامان خراب ہو اور غرض یہ ہوتی ہے کہ ان سامانوں سے اس مطلب عالی کا حصول معلوم سو جیسی مطلب کی خوبی اور سامانوں کی خرابی میں وہاں اشارہ ہوتا ہے اسم کی خوبی اور ہجّونکی خرابی کی طرف یہاں پہلے اشارہ ہوگا مگر آپ یوں تو کاہیکو سمجھںگے آپ کی اصطلاحوں میں آپ کو سمجھانا چاہیئے۔ لالہ صاحب سُنئے کسی حاکم کا پیادہ روز آتا تھا اور لالہ لوگوں میں سے ایک نہ ایک کو پکڑکے لیجاتا تھا اور گوشت تلواتا تھا ایک بنیا بنینی کے پاس بیٹھ بیٹھ کہا کرتا میرے پاس کبھی وہ پیادہ آیا تو دیکھنا کیسی بات سر میں صحیح کرتا ہوں اونکی قسمت سے ایک دن اُن کے گھر بھی آپہونچا بات ترازو بغل میں دبا لالہ کو بھی جانا ہی پڑا اسٹ کر آئے تو بنینی نے کہا لالہ تم تو بہت کچہ کو دا کرتے تھے وہ بہادری کہاں گئی لالہ بولے نکھا اوت کی اوت اخل گئی ہے بنئے کی مار ہی ڈنڈی کی مار دہڑی ماس تھا تو ہمنے مخا چار سیر ہی اوتارا ہے غرض جیسے وہ لالہ ڈنڈی مار کے حاکم اور پیادہ کو مار آئی تھے ایسے ہی آپ بھی لالہ صاحب اپنی فہم کا خاکا اوڑا کر اسم مبارک محمد یوسف کا خاکا اُڑاتے ہیں ورنہ اہل زبان کے نزدیک تو اس تمثیل میں نہ اسم کی توہین نہ مسمّیٰ کی تذلیل اگر ہے تو تعریف اسم و مسمّیٰ ہے مطلب یہ ہے کہ ایسے نا ربط ہجّو سے ایسا موزوں نام حاصل نہیں ہو سکتا جس کا حاصل وہی خوبی اسم مسمّیٰ نکلتی ہے مگر آپ اپنی لیاقت کے موافق سمجھکر اپنیوں پر آگئے اور گوز منکوس کی طرح موںہہ پر جو آیا بکنے لگے۔ لالہ صاحب اول

تو یہ سمجھنا ہی اپنی بے سمجھی کا سمجھانا ہے اور ایسی ولٹی سمجھے بھی تھے تو پیٹ میں رکھنا تھا اور فرض
کیا ہضم دشوار تھا تو کیا موہنہ کی راہ اوگلنا تھا اور وہ بھی ہمارے سامنے جسکے یہ معنی کہ ہمارے پیشوایان
دین پر آوازہ کستے ہیں تو ہمیں کو سناتے ہیں ہماری سُنئے اِسکے جواب میں تمکو کچھ کہیے تو تم کس
کھیت کے بتھوے ہو اور موافق مثل مشہور کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا تمہاری حقیقت ہی کیا ہے
جو تمکو کہکے دل کے ارمان نکلیں اور تمہارے بڑوں کو سنائیں تو اون بیچاروں کا کیا قصور اور کچھ نہ کہئے تو
موافق مصرعہ مشہور ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھیری لو آپ ایسے کب ہیں جو یوں باز آجائیں حاکموں
تک جائیں تو وہاں ہندو لوگ موجود ادھر مقدموں کی پیروی کو روپیہ چاہئے وہ کہاں سے آئے
پھر آپ بموجب یوں کہنے کو تیار کہ جواب نہ آیا تو حاکموں تک قصہ پہونچایا غرض کوئی صورت سمجھ میں نہیں
آتی فقط تسلی ہے تو اس مثل سے ہے کہ کھانا گو رائیگاں گیا پر بلّی کی حقیقت تو معلوم ہوگئی غرض ان
باتوں سے آپ کی لیاقت کھل گئی پھر اسپر یہ اور بڑھکر رہا کہ آپنے گو بصراحت لکھا پر اپنے اشاروں میں
ہمارے دعوی کو مدلل کردیا ناظران اوراق اگر حقیقت شناس ہونگے تو یہ خود سمجھ جائیں گے کہ واقعی
اعتراض مذکور لاجواب ہے یعنی وقت جواب موہنہ کی وہی آتا ہے جو موہنہ کی کہاتا ہے مردان دلاور
معرکہ جنگ میں دشنام زبان پر نہیں لاتے اور دانشوران علم پرور مناظرہ میں خلاف تہذیب
کسیکو نہیں سناتے البتہ زنانے ہیجڑے نامردے کمینے ضرب پاپوش کے بدلے گالیاں دیا کرتے ہیں اور
جاہل نادان کودن بے ہنر جواب کے بدلے دشنام سے کام لیا کرتے ہیں اب بجز اسکے اور کیا کہئے مرحبا
آفریں ہزار آفریں۔ این کار از تو آید و مردان چنیں کنند کیا مزے کی بات ہے کہ آپ برا کہیں اوروں کو اودھائی
نکلی آپ کی لالہ صاحب چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا تو کیا نقصان ہاں خاک ڈالنے والے کی لیاقت عیاں
ہوجاتی ہے اور کیوں نہو جہاں عقل سے کام نہ لیا جائے وہاں اور کیا کہا جائے اگر عقل تھوڑی بہت
کہیں سے ملجاتی تو یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ مثالوں پر اس قسم کی گرفت وہ بھی جسمیں پیشوایان مذہب کیطرف
تعریض ہو نہ مناظرہ میں داخل نہ آدمیت کے مناسب مثالوں میں فقط اتنا دیکھا جاتا ہے کہ ممثل لہ پر منطبق
ہے یا نہیں یہاں یہ غرض تھی کہ جیسے ان ہتھوں اور اس رواں میں کچھ ارتباط نہیں اسیطرح دلائل و مطالب
میں ربط بے ارتباطی ہو اس انطباق کی تصحیح و تغلیط کے بدلے فقط براہ دل آزاری کچھ اور سنانے لگے اور یہ
نہ کرتے تو کیا کرتے اہل اسلام سے مقابلہ تھا اور موافق مصرعہ بت شکن۔ ہوا جو اسلام کے مقابل اوسکی

جوتی اوسکا سر ہے + یوں عہدہ برآئی کی امید نہ تھی ناچار یہ تیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جوہر اوگلے القصہ نہ تمثیل مذکور میں اہل فہم کے طور پر اسم مبارک محمد یوسف کا خاکا اوڑتا ہے اور نہ خجالت کی تمثیل ہے ہاں آپکی فہم کا اس بدفہمی سے خاکا اوڑتا ہے اور اس تمثیل کو خجالت کی تمثیل کہنے سے اہل معنی اور اہل زبان دونوں کے نزدیک آپکو خجالت لازم ہے سبحان اللہ کیا موزوں اور کیا محاورہ دلچسپ ہے اردو کی ٹانگ توڑکر آپ بھی منشی بن بیٹھے لالہ صاحب یہ بحث علمی ہے پرچون کی دوکان نہیں جو کسی یاد تھا ہے ڈھونچا پونچا سیکھا اور دوکان کے ٹیرّے آبیٹھے اگر آپکو مناظرہ کرنا ہے تو اہل علم کی طرح کیجیے اور ان بدزبانیوں کو جانے دیجے ورنہ مونہہ کی بات دوڑ جاتی ہے اس زبان کے پتے دیکھئے آپ کو کیا کیا اوگلنا اور نگلنا پڑے اب تو جو کچھ ہوا سو ہوا آیندہ ہم عرض کیئے دیتے ہیں شعر مومن + ہم نکالیں گے سن اے موج ہوا بل تیرا اوسکی زلفوں کے اگر بال پریشاں ہونگے + در خانہ اگر کس است یک حرف بس است۔ اب لازم یوں ہے کہ لالہ صاحب کے جواب کی قلعی کھولئے ناظران اوراق ہشیار ہو بیٹھئے بنام خدا کیسے کیسے مضامین باصفا آپکے گوش معلی کے نذر کرتا ہوں کسی معترض نے کہا تھا کہ بنا بر خداوندی خدا کی غیر مخلوق ہونے پر ہے مادہ مجوزہ پنڈت صاحب اگر غیر مخلوق ہوا تو مادہ کیا ہوا دوسرا خدا نکلا اوسپر حضرت مجیب فرماتے ہیں خدا کی صفات کی تعداد نہیں سب اکھٹے ہوں تو خدا ہو فقط غیر مخلوق ہونے سے خدائی کو کیا علاقہ یہ تو معترض اور حضرت مجیب کا جھگڑا تھا اب ہمارے فیصلہ کی سنئے ایسے لوگ تو پہلے بھی ہوئے ہیں کہ اوروں کی نہ سمجھیں پر ایسے نہ ہوئے ہونگے کہ ماشاء اللہ اپنی بھی نہ سمجھیں یہ منصب ہمارے حضرت مجیب ہی کو نصیب ہوا۔ یہ کوئی حضرت سے جاکر پوچھے کہ علت و معلول و ملزوم و لازم کا ارتباط باہمی چھپا نہیں رہتا خدائی کو سب صفات سے کیا علاقہ خدائی کسی نسخہ کا مزاج مرکب نہیں جو سبھی اجزا کے اجتماع کی ضرورت ہو تیسرے صفات معلول ذات ہوتی ہیں ذات اور مناسب ذاتیہ کو معلول صفات کہیں نہیں سنا تھا مگر اس کلجگ میں پنڈت جی اور اونکے چیلوں کی برکت سے یہ بھی دیکھ لیا افسوس علم اوٹھ گیا ایسے لوگ پیشوائی کرنے لگے جنکو پس و پیش کی تمیز نہیں پھر یہ اور غضب ٹوٹا کہ ایسوں سے پالا پڑا ابھی تو کیسے عالی فہم معترض کو جی میں آتا تھا یہ شعر حسب حال معترض و مجیب پڑھوں + ظہور حشر نہو الٰی آخرہ۔ مگر یہ ڈر ہے حضرت مجیب کے جبین ناز پر بل پڑ جائیگا اسلیئے ع + نہیں پڑھتا نہیں پڑھتا نہیں پڑھتا لیجے لالہ صاحب کیسے دو شعر دلچسپ آپکے حسب دلخواہ دماغ سے اوتار کر لاتا ہوں اور آپکو سناتا ہوں + اپنی ناکامی تو تھی ہی سخت جانی کے سبب + دل ہی نازک ہے

بھی لوہکو شرمانا پڑا ۔ قابل بیدرد تو اپنی سی ہمدم کر چکا ۔ ایسے اوسکی نزاکت ہی پر مرجانا پڑا ۔ لالہ صاحب آپ نے اپنا سا
تو بہت زور مارا پر افسوس بال بھی نہ کھسکا بال کی کھال نکالتا ہوں تو اپنی موشگافیاں رائگاں جاتی ہیں اور
بات کو اوجھی چھوڑتا ہوں تو اورونکی اولجھنے کی دور اندیشیاں جان کھاتی ہیں خیر آپ سے تو توقع فہم کسی بے فہم ہی کو
ہو تو ہو مگر ہاں یوں سمجھکر کہ دتی میرٹھ وغیرہ کی پڑانی تعلیم کے تعلیم یافتوں میں سے شاید کسیکی نظر پڑ جائے تھوڑا
بہت عرض کئے دیتا ہوں سولہ چار کا جذر دو کا آٹھ گنا چار کا چوگنا آٹھ کا دونا بارہ کا ایک اور ایک ثلث
بھی ہے اور منقسم بمتساوین بھی ہے مگر اوسکی زوج ہونے کا مدار فقط انقسام بمتساویین پر ہے اور صفات
کو اوس سے علاقہ نہیں ہاں جسکو فہم سے علاقہ نہو اوسکے نزدیک سولہ کی زوجیت کو اوسکی اور صفات سے بھی علاقہ
ہو تو ہو اور سنئے آتش مصدر حرارت ہے منور بھی ہوتی ہے سرخ و سبز بھی ہوتی ہے نازک و لطیف بھی ہوتی
ہے خشک و آبدار بھی ہے مگر اوسکے آتش ہونیکا مدار اوسکی مصدریت حرارت پر ہے اور صفات پر نہیں ہاں فہم
نہو تو جسکو چاہو اوسکا مدار بناؤ اور سنئے آفتاب گول بھی گرم بھی ہمسے ایک فاصلہ خاص پر بھی ہے جسکے
سبب کسی سیارہ سے نیچا اور کسی سے اونچا ہے اور اوسکے ساتھ مصدر النور بھی ہے مگر سب جانتے ہیں کہ اوسکی
خود روشن ہونے اور اوروں کے روشن کرنے کیلئے فقط اوسکا مصدر النور ہونا درکار ہے ہاں کودن
بیوقوف تمام اوصاف مذکورہ پر اوسکی روشنی اور روشن کرنیکو چسپاں کریں تو کون مانع ہے دو انگشت
کی زبان اور چھوٹا سا قلم کافی ہے اور سنئے معشوق لوگ جیسے حسین ہوتے ہیں ایسے ہی اور اوصاف
بھی اونمیں ہوتے ہیں مسلمان بھی ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں شریف بھی ہوتے ہیں رذیل بھی ہوتے
ہیں اور قوموں میں سے بھی ہوتے ہیں لالہ لوگوں میں سے بھی ہوتے ہیں خوش اخلاق بد اخلاق
سخی بخیل وغیرہ بھی ہوتے ہیں یورپین بھی ایشیائی بھی افریقی امریکی بھی مگر سب جانتے ہیں اونکے معشوق
ہونیکا مبنیٰ اونکے حسن و جمال پر ہوتا ہے اور اوصاف پر نہیں ہوتا ہاں عقل کو طاق میں اوٹھا رکھئے تو بھی
جسکو چاہو معشوقیت کا مبنیٰ بنا دو اور سنئے بادشاہان دنیا حسین بھی ہوتے ہیں کرو بھی ہوتے ہیں قوی
بھی ہوتے ہیں ضعیف بھی ہوتے ہیں ہنرمند بھی ہوتے ہیں بے ہنر بھی ہوتے ہیں ہر قوم کے ہوتے
ہیں ہر ملک کے ہوتے ہیں مگر اہل فہم کو معلوم ہے کہ اونکی بادشاہت اور سلطنت کی بنا اونکے تسلط پر ہوتی
ہے اور اوصاف کو اوس سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہاں عقل کے دشمن جس بات کو چاہیں بنا سلطنت بنا دیں
ان چار پانچ مثالوں پر قناعت کر کے اہل فہم کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ خدا اوسکو کہتے ہیں جو خود موجود

کسی اور کے وجود پر اوسکے وجود کا سہارا نہو چنانچہ لفظ خدا خود اسپر شاہد ہے حقیقت شناسان عالی فہم
تو درکنار فقط زبان دانان سخن سنج بھی اتنی بات سمجھتے ہیں گو لالہ انندلال صاحب باین وجہ کہ وہ نہ الی الذی نہ
اولی الذی اتنی بات بھی نہ سمجھتے ہوں مگر جب خدا ہی اسکا نام ٹھیرا کہ وجود خانہ زاد ہو وجود مستعار نہو تو پھر ادنی
عقل والا بھی اسپر شاہد ہو سکتا ہے کہ مدار خدائی خداوند عالم فقط اوسکی غیر مخلوق ہونے پر ہے اور صفات کو
اوس سے کچھ علاقہ نہیں ہاں فہم کو بغل میں مار برقع حیا کو مونہہ سے اوتار جو چاہو سو کہدو سو لالہ انندلال صاحب کا یہ
قول اگر اسی طور کا ہے تو ہم ہارے وہ جیتے ورنہ وہ خود بول اوٹھیں گے اور دنیا کی ہنسائی اور آخرت کی روسیاہی
کا خود فکر کرلینگے اور علی رؤس الاشہاد یہ کہدیں گے کہ خدا کی خدائی کا مدار بالبداہتہ اوسکی غیر مخلوق ہونے پر
ہے اور اس امر میں پنڈت جی کے طور پر خدا اور مادہ دونوں شریک اسلئے پنڈت جی کے چیلوں کو واقعی
دو خدا اونکا ماننا پڑیگا اور پھر اجزاء لا تتجزی کے لحاظ سے تو یہ خدائی تعداد میں بندگی سے زیادہ رہیگی اور
پنڈت جی کی توحید بت پرستوں کی بت پرستی اور نصاری کی تثلیث سے بھی بدتر ہو جائیگی اور یہ کہکر
امیدیوں ہے کہ پنڈت جی کا جنیو توڑ اور اونکی پنتھ سے مونہہ موڑ کسی مسلمان کے ہاتھ پر توبہ کر سچے دل سے
مسلمان ہو جائیں گے مگر دیکھئے یہ سب باتیں فہم سے متعلق انصاف پر موقوف جب خدا کی ان باتوں میں
ضرورت اور اس زمانہ میں چراغ لیکر ڈہونڈتے تو ان باتوں کا پتہ نہیں خیر وہ جانیں اونکا کام جانے ہماری بلا سے
ہمیں اپنے مطلب سے مطلب وہ کہئے جسکی ضرورت ہے یہ تقریر تو صاحبو متوسط الفہم صاحبوں کے لئے تھی دو ایک
تقریر اہل فہم کی نذر کیلئے بھی چاہتے اسلئے اول تو یہ گذارش ہے کہ فرق باہمی دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو
فرق مرتبہ دوسرا فرق حقیقت اول کی مثال درکار ہے تو ذرہ سے لیکر آفتاب تک مراتب نور کا تفاوت
ملحوظ رکھنے کے قابل ہے اور دوسرے کے نمونہ کی ضرورت ہے تو تباین انسان و اسپ و خر و فیل و شتر و گاو و ا
وغیرہ حیوانات پیش نظر رکھنے کے لائق ہے وجہ تسمیہ خود ان مثالوں سے ظاہر ہے یعنی نور ذرہ و کواکب و قمر و آفتاب
درحقیقت سب ایک حقیقت کے افراد میں اسی لئے سبکو نور کہتے ہیں ہاں کوئی نیچے کے مرتبہ میں ہے اور کوئی
اوپر کے مرتبہ میں اور انسان و اسپ وغیرہ کو کوئی نادان بھی افراد حقیقت واحدہ نہیں کہہ سکتا بلکہ بوجہ اختلاف
حقیقت ہر ایک کو ایک نوع جداگانہ سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے ہر ایک سے جدی طرح پیش آتا ہے پہلے فرق کو جیسے
فرق مرتبہ کہتے ہیں ایسے ہی فرق تشکیکی بھی کہتے ہیں اور دوسرے فرق کو جیسے فرق ماہیت اور فرق حقیقت کہتے
ہیں ایسے ہی فرق تقسیمی بھی کہہ سکتے ہیں یعنی اس قسم کا فرق ہے جیسے فرض کیجئے سطح کو مختلف ٹکڑوں

پر تقسیم کریں اور اوس تقسیم کے باعث کوئی ٹکڑا مثلث کوئی مربع کوئی دائرہ کوئی مخروط وغیرہ نکل آئے سو جیسے سطح کے ٹکڑوں میں فرق خوشنمائی بدنمائی موزونیت غیر موزونیت گو ہو مگر اہل نظر کے نزدیک وہ سب ٹکڑے سطح کے حساب سے برابر کے درجہ میں ہیں اور وہ فرق خوشنمائی وغیرہ اگر ہے تو طالبوں کے اعتبار سے ہے سطح کے اعتبار سے نہیں ایسے ہی فرق حقیقت میں جسکو فرق تقسیمی بھی کہا ہے تقسیم کے حساب سے سب افراد برابر کے درجہ میں ہوتے ہیں کسی صاحب شوق کے حساب سے گو باہم متفاوت المراتب ہوں یعنی یہ تفاوت مراتب اس قسم کی افراد میں خارجی ہوتا ہے اصل کیطرف سے یعنی مقسم کیطرف سے نہیں ہوتا گو اوسکو بھی بلحاظ شکل وصورت دوسری اصل کیطرف راجع کر سکیں اور افراد متفاوت المراتب میں یعنی جنہیں فرق مرتبہ ہو فرق حقیقت نہو باعتبار اصل اور مقسم کے فرق ہوتا ہے دیکھہ لیجئے آفتاب کا نور شدید ہے اور قمر کا اوس سے ضعیف کواکب کا اوس سے کم غرض وہ نور جو اصل جملہ افراد نور ہے سب میں ایسی طرح یکساں نہیں جیسے مثلث مربع وغیرہ میں سطح یکساں طور پر موجود ہے یعنی یہ نہیں کہ جیسے آفتاب کو مثلاً نورانیت میں فوقیت ہے ایسے ہی مثلث کو مثلاً سطحیت میں فوقیت ہو عاقلوں کے نزدیک باتیں واجب التسلیم ہیں اور نادان خود خدا کے گھر سے بقدر نادانی مرفوع القلم ہیں ہماری تو وہ کیا سنیں گے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو اور سنئے اجتماع جملہ مراتب متفاوت فی الظہور تو فقط اوسی فرد میں ہوتا ہے جو مصدر وصف ہوتا ہے اوسکے بعض افراد گو اور افراد سے وصف صادر میں زیادہ ہوں مگر آخر اوس مصدر سے پھر کم ہی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا کا وجود سب میں قوی اور جامع جملہ کمالات ہے اور اوروں کا وجود یہانتک کہ اوسکی صفات کا وجود بھی اوسکے ہم پلہ نہیں ہو سکتا غرض چونکہ خدا تعالی مصدر وجود ہے اور سوائے اوسکے اوسکی صفات تو ایسی طرح سے اوسکا پرتوہ اور اوس سے صادر جیسے شعاعیں پرتوہ آفتاب اور اوس سے صادر اور مخلوقات ایسی طرح اوس سے اخذ اور قابل جیسے زمین وغیرہ آفتاب سے اخذ و قبول نور کرتی ہیں اسلئے نہ صفات باری ہی وجود میں اوسکے ہم پلہ ہو سکتی ہیں اور نہ مخلوقات ہی اوسکی ہمسر ہو سکیں ہاں اگر اور کو مصدر وجود نمانئے تو پھر خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ اوسکا وجود کسی اور سے صادر یا ماخوذ اور مستعار ہے کیونکہ باعتبار موصوف وصاف کے کل یہی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے موصوف میں سے نکلیں جیسے دیکھنے میں آفتاب کا نور اور آتش کی حرارت بظاہر کوئی یوں نہیں کہہ سکتا کہ آفتاب کا نور کسی اور نیری اور آتش کی حرارت کسی اور حار سے ماخوذ ہے دوسرے یہ کہ کہیں اور سے نکلیں پر اپنے

اپنے موصوف پر واقع ہوں جیسے قمر کا نور اور آب گرم کی حرارت قمر کا نور اصل میں آفتاب سے نکلتا ہے اور
قمر پر واقع ہوتا ہے گو اوس کے بعد اوس سے نکلکر اوروں پر واقع ہو اور آب گرم کی حرارت اصل میں
آتش کا فیض ہے گو آب گرم آتش سے مستفیض ہو کر اورونکو فیض پہونچائے یعنی گرم کر دے اور
جب باعتبار موصوف یہ دو قسمیں ہیں تو تیسری قسم یہ اب نکل آئی کہ نہ مصدر کیطرف منسوب ہو اور نہ محل
کیطرف بلکہ خود اپنی طرف منسوب کر کے دیکھیں مگر یوں دیکھیں گے تو یہی کہنا پڑیگا کہ نہ وہ مصدر ہے نہ محل ہے بلکہ
اوروں سے صادر ہو اور اورونکا پرتوہ ہے مگر جب یہ انحصار ہے اور خدا کو فرض کرو موجود ہو کر مصدر وجود
نہیں تو یہی کہنا پڑیگا کہ اوسکا وجود کسی اور سے مستعار اور ماخوذ ہے یا اورونسے صادر اور اورونکا پرتوہ
اور اسلئے مصدر وجود اور ماخذ وجود سے اوسکو وجود میں کم کہنا پڑیگا اور بشرط مساوی قابلیت قرب و بعد من
المصدر اورونکی برابر یعنی جو افراد مصدر وصف نہیں ہوتے وہ قابل وصف ہوتے ہیں اور قوابل میں بقدر
تفاوت قابلیت اور نیز بقدر قرب و بعد مصدر آمد وصف مقبول میں فرق ہوتا ہے آئینہ مثلاً اور اجسام
سے زیادہ قابل ہے اوسمیں نور آفتاب بھی اوروں سے زیادہ آتا ہے پھر اگر وہ آئینے مثلاً صفائی اور جلا
میں تو برابر ہوں مگر ایک آفتاب سے قریب اور دوسرا بعید تو نور میں بھی اوسیطرح فرق کمی بیشی ہوگا جیسے
حرارت میں بوجہ قرب و بعد آتش و اجسام مقابلہ فرق نمایاں ہوتا ہے غرض اس صورت میں اور جو کوئی
قابلیت وجود میں خدا کی برابر ہوگا پھر مصدر وجود سے قرب و بعد میں بھی خدا کے ہم پلہ ہوگا تو وجود میں بھی
اوسکے برابر رہیگا مگر جب وسکو صادر یا قابل وجود مانا تو یہ بھی لازم ہے کہ خدا نہو خدا کو یہ لازم ہے کہ وجود
میں اورونکا محتاج نہو اور محتاج نہیں تو صادر و قابل بھی نہوگا اور اسی وجہ سے اوسی مصدریہ معروضہ کا
اقرار لازم ہوگا اور اس جامعیۃ کمالات وجود کو اوسی مصدریہ کا ثمرہ کہنا پڑیگا اور یہ بات واجب التسلیم ہوگی
کہ مصدر جامع جملہ مراتب وصف ہوتا ہے اور سوا اوسکے اور کوئی اوسکے اس کمال میں اوسکا شریک اور
ہمتا نہیں ہوتا مگر اس مرتبہ میں یعنی درجہ مصدریہ میں فرق کا نام و نشان نہیں ہوتا ہے یہ فرق مراتب
صدور اور اوس وصف صادر کی اورونپر واقع ہونے سے پیدا ہوتا ہے یعنی صادر اور مصدر میں صدور
سے اور مصدر اور محل وقوع میں بعد صدور و وقوع اور عروض سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصدر وصف
صادر میں معروض سے زیادہ ہے اور صادر اور معروض اوس سے کم پھر معروضونمیں بھی اگر فرق ظہور
وصف نمایاں ہوتا ہے تو اس عروض ہی سے ہوتا ہے یعنی وصف صادر کی افراد متفاوتۃ القابلیۃ پر

واقع ہونے سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اوس محل میں وصف صادر زیادہ نمایاں ہے اور اس محل میں کم
غرض یہ تفاوت بعد صدور وعروض ظاہر ہوتا ہے قبل صدور وعروض اُسکا پتا نہیں ہوتا اور اس لئے
قبل صدور وعروض مرتبہ وصف مصدر میں ترکب ترکیب کا خیال وہمیونکا کام ہے اہل عقل کو بساطۃ پر ایمان لازم
ہے کیونکہ ترکیب و ترکب کے لئے تعدد اجزار کی حاجت اور تعدد کو فرق اور تفاوت کی ضرورت جب
یہ نہیں تو وہی اتحاد و بساطۃ ہوگی ترکب اور ترکیب کی اوس مرتبہ میں گنجایش نہوگی الغرض سلسلہ مراتب میں
بساطۃ اور اتحاد اول ہوتا ہے اور فرق اور تفاوت بعد میں مگر افراد متفاوتۃ الحقیقت کا قصہ اسکے برعکس ہے
وہاں وحدت بعد میں آتی ہے اور تعدد اول ہوتا ہے اجتماع بعد کو ہوتا ہے اور فرق اور افتراق اوّل
ہولیتا ہے ظاہر ہے کہ دواؤں میں باہم فرق حقیقت ہے مثل مراتب نور و حرارت فرق مراتب مذکور نہیں
علی ہذا القیاس کاغذی بیل بوٹوں کی اجزار یعنی اون سطوح مختلفۃ الاشکال میں بھی جن سے ملکر بیل بوٹے
حاصل ہوتے ہیں وہی فرق حقیقت مذکور ہے فرق مراتب معروض نہیں سو نسخہ مرکب اور اوسکے مزاج
کی ہیئت ترکیبی جسپر دار مدار وحدت عارضہ ہے علی ہذا القیاس بیل بوٹوں کی وہ ہیئت حاصلہ جسکو ہیئت
ترکیبی کہتے ہیں اور جسپر اونکی خوش نمائی بدنمائی اور اوس وحدت کا مدار ہے جسپر وحدت اسم یعنی بیل بوٹا
مثلاً دلالت کرتا ہے بعد میں حاصل ہوتی ہیں اور وہ فرق و تعدد باہمی پہلے سے موجود ہے الغرض پہلی
صورت میں وحدت مقتضائی ذات اور لازم ذات اور اصلی اور ذاتی ہوتی ہے اور فرق اور تعدد اور تفاوت
خارج اور عارض اور بالتبع اور بالعرض ہوتا ہے اور صورت ثانیہ میں فرق اور تعدد اور تفاوت تو اصلی
اور ذاتی ہوتا ہے اور وحدت اور بساطت خارجی اور عارضی جب یہ بات ممہد ہوچکی تو یہ بات معروض ہے
کہ علم و ارادہ قدرت لطف و قہر و عدل وغیرہ صفات جناب باری میں بالبداہت فرق حقیقت ہے فرق
مراتب نہیں اسلئے انکے اجتماع سے جو امر وحدانی حاصل ہوگا اور بالیقین ایک امر عارضی اور خارجی
ہوگا سو خدائی کو اگر اون سبکی اجتماع پر موقوف کہیں جیسا جناب مہا پنڈت لالہ انندلال نے ارشاد
فرمایا اور اونہوں نے کیا ارشاد فرمایا ہے موافق مصرعہ مشہور - آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم - بڑے
پنڈت صاحب کی کھڑاؤں کا صدقہ ہے تو یوں کہو خدائی مثل مزاج مرکب نسخہ مرکب ہے بذریعہ علم کیمیاوی اگر کسی
یورپ میں ڈاکٹر سے تحلیل اجزار کرالیں تو خدائی تو رفو چکر ہوا اور اجزار معلومہ یوں ہی دہر اودہر بکھرے پھریں صاحب جو
اسصورت میں یہ اور نیا گل کھلا کہ خدا ایک مرکب چیز اور خدائی ایک مزاج مرکب یا یوں کہو ایک ہیئت ترکیبی نکلی

سبحان اللہ پنڈت جی کی پنتھ میں بھی خدا کی کیا قدردانی ہے اسپر لالہ انندلال صاحب پنڈت جی کی بات
بات پر قربان ہوئے جاتے ہیں اجی لالہ صاحب ابھی کچھ نہیں گیا سنبھلئے آنکھیں کھولئے ہوش میں آئیے منہ
سے بولئے کون ٹھکانے کی کہتا ہے میں یا پنڈت جی اگر آپ ہماری جوتیاں سیدھی کرتے تو یوں
قدم قدم پر کیوں پھسلتے پھرتے **شعر** اگرت از رہ وری رہبران جستجو است ✤ بیا کیں ظرف راہ ایں آرزوست
کہئے لالہ صاحب. اور تو اور اب تو آپکو بھی یقین ہو گیا کہ آپ اپنی بھی نہیں سمجھتے مرحبا آفریں ہزار آفریں آپکا مذہب
اسی قابل تھا کہ آپ اوسکو یوں رسوا کریں کیا فخر کی بات ہے لالہ صاحب بیٹھے تھے مدار خدائی بتلانے
خدا میں ترکیب ثابت کر گئے دیکھو کیا خجالت کی دلیل ہے مگر جہاں عقل سے کام نہ لیا جائے وہاں اور
کیا کیا جائے لالہ صاحب. اب میں آپ سے پوچھتا ہوں مدار خدائی خداوند برحق اگر اوسکی صفات کاملہ پر
اسطرح سے ہے جیسے مدار مزاج مرکب نسخہ مرکبہ اوسکے اجزا کی تاثیرات خاصہ پر تو اوسکا انجام آپکو معلوم ہی ہو گیا
معہذا اسکے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ساری صفات اکٹھی ہو گئیں تو پوری خدائی ہی نہیں تو بقدر اجزا کچھ
خدائی کا حصہ لگیا جسکا انجام یہ ہوگا کہ آپ بھی بوجہ تہت علم و اخلاق حمیدہ ایک بڑے حصہ خدائی کے مالک
ہوئے بلکہ بایں لحاظ کہ نسخہ مرکبہ میں اگر ایک جزو کی کمی رہجائے تو تاثیر میں چنداں فرق نہیں رہتا اور اس لئے
اوس نسخہ کو اوسی نام سے تعبیر کرتے ہیں جو اوسکا نام ہوتا ہے یہاں بھی یوں ہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ میں اور خدا
میں فقط اتنا ہی فرق ہے کہ وہ غیر مخلوق ہے آپ میں یہ بات نہیں اسلئے آپکے اور خدا کے مرتبہ میں چنداں
فرق نہوگا اور وہی لفظ خدا آپ پر بھی بولا جائیگا جو خدا پر بولا جاتا ہے اور اگر صفات خداوندی میں سے ہر ہر صفت
پر مدار خدائی ہے تو یوں کہو گھر گھر خدائی آگئی صفات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی تو ہر کسی میں ہے اور کہئے
تو گھر گنگا آگئی کیوں پنڈت جی کے چیلہ بنے اور اونکا جنیؤ پہنا اور کیوں خدا کے بندے کہلائے اور فکر آخرت سر پر
لیا علم و فہم میں قدم رکھ ہی دیا ہے خود تاج خدائی سر پر رکھ لو علم سے بڑھکر تو خدا کی صفات میں بھی کوئی صفت
نہیں وہی جب بے محنت بے مول ہاتھ آگیا تو خدائی میں کیا کسر رہگئی اور اگر صفات مذکورہ پر مدار خدائی نہیں تو
اور کاہے پر ہے اوسکے غیر مخلوق ہونے پر ہے اور اب یہی کہو گے تو ذرا چشم شرمگیں اوپر کو اوٹھا کر فرمائیے تو سہی
کہ مادہ مجوزہ پنڈت صاحب نے اسوقت کیا قصور کیا ہے جو وہ تو خدا نہوا اور خدا فقط خدا رہی مناظرہ میں آپکی
ایسی لنڈوری بات تو نکو دیکھکر مجھکو یہ شعر یاد آتا ہے ؎ یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ ✤ پر آپ میں ہے
ایک ستم اور زیادہ ✤ غرض فہم میں کم و زیادہ تو ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں پر یہ ستم کسی نے نہیں کیا کہ مدار

خدائی تمام صفات کو بتلا دے قبل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نتھا پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نتھا
لالہ صاحب بغرض توضیح اتنا اور کہے دیتا ہوں کہ مدار اوسکو کہا کرتے ہیں کہ جسکا وجود وعدم کسی اور کے وجود
وعدم کا موقوف علیہ ہو اور وجہ مدار کہنے کی یہ ہے کہ مدار اصل میں اوس دائرہ کو کہتے ہیں جسپر حرکت واقع
ہو اور چونکہ حرکت مستدیرہ کو یہ لازم ہے کہ دائرہ حرکت یعنی مدار چھوٹنے ورنہ حرکت مستدیرہ پھر حرکت مستدیرہ
نہ رہے گی ایسے ہی ظہور آثار حقائق اشیاء کی لئے یہ لازم ہے کہ موقوف علیہ وجود نہ چھوٹے ورنہ پھر وہ چیز
نہ رہے گی بلکہ اوسکی حقیقت زائل ہو جائیگی سو اس قسم کی چیز حقایق بسیطہ کے حق میں سوائے حقیقت بسیطہ اور
اور کچھ ہرگز نہیں ہو سکتی اسکے بعد اہل فہم خود سمجھ جائیں گے گو امثلہ معروضہ میں مثلاً سولہ کو بجائے خود صفات
مذکورہ لازم یا عارض ہوں مگر مدار زوجیت فقط اوسکی انقسام بمتساویین پر ہے علی ہذا القیاس اور مثالونکو خیال
فرمائیے ایسے ہی ذات خداوندی کو صفات کاملہ گو بجائے خود لازم ہوں پر مدار خدائی فقط اوسکی غیر مخلوق
ہونے پر ہے اب لازم یوں ہے کہ کچھ اور کہئے سنئے لالہ صاحب یہ تو آپ کی جبیں ثناخ کا جواب تھا اپنی کوئی
جدی بات نتھی گو ایسی ایسی باتیں اسمیں بھی کہہ گذرا ہوں کہ آپکے ہوش ہی پران ہو گئے ہونگے اب ایک
جدی بات بھی سنئے جملے خبریہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جسمیں ایک وصف مثلاً کسی چیز کیلئے ثابت کیا
جائے جیسا یوں کہئے لالہ انند لال آریہ ہیں اس جملہ میں انند لال کیلئے آریہ ہونا ثابت کیا گیا ہے اس قسم کے
جملہ کو موجبہ کہتے ہیں دوسرا وہ جسمیں ایک چیز سے کسی وصف کی نفی کیجائے مثلاً یوں کہئے لالہ انند لال مسلمان
نہیں اس قسم کے جملہ کو سالبہ کہتے ہیں مگر اوس ثبوت کیلئے جو موجبہ میں ہوا کرتا ہے بالبداہت بھی اور
باتفاق عقلا بھی وجود مثبت لہ شرط ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ لالہ انند لال حالت عدم میں بھی آریہ ہو جائیں بلکہ
اونکے آریہ ہونے کیلئے اونکا وجود شرط ہے غرض وجود مثبت وجود مثبت لہ پر موقوف ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ
خود ایک شے کا وجود نہیں اور اوس کیلئے کوئی وصف ثابت اور حاصل ہو جائے عالم نہو اور اوسکا علم اوسکو حاصل
ہو قادر نہو اور اسکی قدرت اوسکو حاصل ہو بالبداہت تمام جہاں کے نزدیک یہ بات محال ہے آریہ لوگوں سے
بھی پوچھئے تو وہ بھی یہی کہیں اور کیونکر نہ کہیں اسکی تسلیم میں کچھ بڑی عقل کی ضرورت نہیں ذرا سا فہم کافی ہے
مگر ہاں وجہ اس ضرورت کی شاید کسیکو معلوم نہو سو وہ ہمسے پوچھئے سنئے مفہومات مشتبہ یا یوں کہئے صفات
اور احوال وجود یہ وجود کے ساتھ یا ایسا رابطہ رکھتے ہیں جیسا دو میں اور زوجیت میں یعنی باہم لزوم ذاتی ہے
اور یا ایسا ارتباط رکھتے ہیں جیسا فرض کیجئے سطح میں اور خطوط اشکال میں اگر از قسم اول ہوں تو اونکو تو لوازم

ذات وجود سمجھنا چاہیئے اور اگر از قسم ثانی ہوں تو اونکو عوارض اور احوال وجود سمجھنا چاہیئے مگر ہر چہ
باداباد اگر رابطہ لزوم ذاتی ہے تب ضرورت وجود ہے کیونکہ لازم ذات شے اوس شے سے جدا نہیں
ہوسکتا جو لازم ذات وجود ہوگا وہ وجود سے جدا نہ ہوسکیگا اور جدائی ممکن ہوئی تو پھر لزوم ذاتی نہیں
اور اگر رابطہ سطح و خط ہے تب وجود سے انفصال کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اسوقت میں حاصل ارتباط یہ ہوگا
کہ جیسا خط بہ نسبت سطح ایک امر انتزاعی اور اوسکے کسی ٹکڑے کے حق میں ایک حد ہوتا ہے ایسے ہی مفہومات
مشتبہ وجود کی نسبت امور انتزاعیہ اور اوسکے کسی ٹکڑے کی حد ہونگے اور ظاہر ہے کہ امر انتزاعی اپنی منشار
انتزاع سے اور حد اپنے محدود سے جدا نہیں ہوسکتا اور ہو تو کیونکر ہو انتزاعیات کا وجود کوئی وجود جداگانہ
نہیں ہوتا منشا انتزاع ہی کا وجود ایسی طرح اونکے وجود کا کام دیتا ہے جیسا کشتی کی حرکت جالسان
کشتی کی حرکت کا کام دیتی ہے رہی یہ بات کہ انتزاعیات اور منشار انتزاع کسکو کہتے ہیں اسکا جواب ہر چند
اسوجہ سے دشوار ہے کہ کہاں تک ہندی کی چندی کیجے مگر کیا کیجے ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہے کہ یہ نہ کیجے تو
پھر کام بھی نہیں چل سکتا یا میں خود اس کتاب کے ساتھ جاؤں اور سمجھاؤں یا ہندی کی چندی کرکے
بتلاؤں ناچار یہی کرتا ہوں سُنئے لالہ صاحب آپکی خاطر عزیز ہے انتزاعیات اصل میں مفہومات نسبیہ اور
مضامین اضافیہ ہوتے ہیں اور مفہومات نسبیہ اور اضافیہ اونکو کہتے ہیں جنکا ہونا اور سمجھنا دو اور کے ہونے
اور سمجھنے پر موقوف ہو یعنی جیسی نسبتہ جملہ مثلاً منسوب اور منسوب الیہ کے وجود کے بعد وجود میں آتی ہے اور
اونکے سمجھنے کے بعد سمجھ میں آتی ہے یعنی اوسکا تحقق اور تعقل اپنی دونوں طرفوں کے تحقق اور تعقل پر موقوف
ہے ایسے ہی جہاں یہ توقف ہوگا وہ مفہوم اضافی اون سے ہوگا مثلاً خط بدوں دو سطحوں کے متحقق نہین
ہوسکتا یعنی جب کسی سطح کو تمام کروگے یا جب کوئی سطح تمام ہوگی تو اوسکی دوسری جانب بھی ایک سطح
ضرور ہوگی خواہ سطح ثانی از قسم اول ہو یا کسی اور قسم کی سطح ہو یعنی زمین کا کوئی ٹکڑا لیجے تو دونوں طرف
اوس خط کے جو اوس ٹکڑے کی حد ہوگا سطح خاکی ہوگی اور اگر ساری روئے زمین لیجے تو ایک طرف سطح
خاکی ایکطرف سطح آبی ہوگی علی ہذا القیاس اوپر تک چلے چلو اور بھی کچھ نہوگا تو ایکطرف سطح فلکی ہوگی مثلاً
تو دوسری طرف سطح بعد مجرد یعنی اس فضار کی سطح ہوگی جو ہر جسم کو محیط ہوتا ہے الحاصل خط اپنے تحقق میں
اپنی دونوں طرفوں کا محتاج ہے اور جب تحقق میں احتیاج ہے تو تعقل میں کیوں نہوگی کیونکہ تعقل یعنی
فہم تو ایک خبر حقیقت ہوتا ہے اسی لئے اون جملوں کو جنمیں کسی حقیقت کا فہم ہوتا ہے خبریہ کہتے ہیں

بالجملہ خبر تو اصل کی مطابق ہوتی ہے اگر اصل میں توقف ہے تو یہاں پہلے ہوگا اور اسی تقریر سے یہ سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ایسے مضامین کو انتزاعی کیوں کہتے ہیں یعنی جب ایسے مضامین ایسی طرح بین بین ہوئے جیسے خط بین السطحین کہ ادھر دیکھو سطح ادھر دیکھو سطح اور پھر دونوں سطح باہم ایسی طرح متصل کہ کوئی چیز حائل نہیں تو یوں کہو عقل ہی کھینچ کر ایسے مضامین کو باہر کر لیتی ہے ورنہ بظاہر اونکا کہیں پتا نتھا بالجملہ اگر مفہومات مشبتہ کو وجود کے ساتھ ایسا رابطہ ہے جیسا خط کو سطح سے یعنی وجود کے حق میں انتزاعی ہیں اور وجود اونکے حق میں منشا انتزاع تب بھی یہ نہیں ہوسکتا کہ وجود نہو اور وہ مفہومات متحقق ہوں کیونکہ جب ارتباط ایسا ہے جیسا خط کو سطح سے تو جیسے خط بدوں سطح کے ممکن الوجود نہیں ایسے ہی وہ مفہومات بھی بے وجود ممکن التحقیق نہونگی ہاں اتنا فرق ہے کہ لزوم ذاتی کی صورت میں دونوں طرف سے تلازم ضرور ہے چنانچہ واقفان معانی خود سمجھتے ہیں اور اسصورت میں ایکطرف سے لزوم ہوگا دوسریطرف سے لزوم نہ ہوگا یعنی جیسے خط بے سطح ممکن نہیں اور سطح بے خط ممکن ہے جیسے سطح کروی یا فرض کیجے کوئی سطح چاروںطرف سے غیر متناہی ہو کیونکہ ایسی سطح اگر محال بھی ہوگی تو اور وجہ سے ہوگی بوجہ عدم خط محال نہوگی ایسے ہی اون مفہومات کی طرف سے تو لزوم ہوگا پر وجود کی طرف سے لزوم نہوگا اور ظاہر ہے کہ اتصاف کی کل یہی دو صورتیں ہیں ایک تو لزوم ذاتی جسکا حاصل یہ ہے کہ وصف یعنی لازم ذات ملزوم سے صادر ہوا ہے اور دوسرا ارتباط بطور خط و سطح جسکا حاصل یہ ہے کہ وصف موصوف پر خارج سے اگر عارض ہوا ہے یعنی اگر خط مستدیر دائرہ کو وصف عارضی سطح داخل قرار دیں تو یوں سمجھو یہی خط سطح خارج کے ساتھ قایم تھا اوسکی طرف سے سطح داخل پر عروض ہے اور اگر وصف عارضی سطح خارج خیال کریں تو یوں سمجھو وہ خط سطح داخل کے ساتھ قائم تھا اوسکی طرف سے سطح خارج پر عروض ہے الحاصل بہ نسبت موصوف وصف کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنے موصوف سے خارج ہو اسکو تو میں لازم ذات کہتا ہوں اگر اور بھی کہیں تو فبہا ورنہ اصطلاح میں کیا حرج ہے یہ ہماری اصطلاح سہی دوسری یہ کہ وصف خارج سے آیا ہو سو ایسا وصف حقیقت میں ایک حد بین بین ہوتا ہے جسکا حاصل وہی انتزاعی اور نسبی اور اضافی ہونا نکل آتا ہے مثلاً نور آفتاب اگر زمین پر عارض ہوتا ہے تو اوسکی یہی صورت ہے کہ اوسکی شعاعیں زمین سے متصل ہوگئیں اور اونکے اور زمین کے اتصال سے ایک سطح نورانی پیدا ہوگئی جسکو دھوپ کہتے ہیں سو جیسی حد بین السطحین خط فیمابین ہوتا ہے ایسے ہی حد بین الجسمین سطح فیمابین ہوتی ہے مگر ہر چند یا دا با دحد ہونا ظاہر ہے اور پھر اوس سطح کو اگر شعاعوں کے ساتھ

قایم سمجھئے تو وہ سطح نورانی ہے اور زمین پر عارض ہے اور زمین کے ساتھ قایم سمجھئے تو وہ سطح ظلمانی ہے اور شعاع وغیرہ عارض ہے مگر یہ فرق
نوعی نیچے کے مفہومات میں تو نکل سکتا ہے خود وجود کے حصوں میں یہ فرق متصور نہیں یعنی نیچے اگر تو مفہومات متنوعہ اور انواع
مختلفہ پیدا ہو گئیں ہیں وہاں تو مثل سطح نورانی و سطح ظلمانی باوجود اشتراک سطحیت فرق نوعی نکل سکتا ہے پر خود مرتبہ وجود
میں یہ فرق نہیں جو اوسکے حصوں اور ٹکڑوں میں یہ فرق نکالئے کیونکہ وجود سے اوپر کوئی مفہوم وجود سے
عام نہیں جسکے تلے وجود و غیر وجود ایسی طرح داخل ہوں جیسے حیوان کے تلے انسان و اسپ وغیرہ یا
قابل ابعاد ثلثہ کے تلے نور و زمین وغیرہ یعنی بظاہر نور و شعاع بھی قابل ابعاد ثلثہ ہے اور یوں کوئی
اسمیں کچھ تکرار کرے تو ہمارا کیا نقصان مثال میں اتنا کافی ہے کہ ظاہر نظر میں معلوم ہوتا ہو الحاصل وجود
میں یہ فرق متصور نہیں اسلئے مثل سطح داخل و خارج دائرہ فقط حدود ہی کا لحاظ کرنا پڑیگا اور اوس
تفاوت نوعی کی وہاں گنجایش نہوگی جو حدود کے اطراف کیطرف سے پیدا ہوتا تھا ہاں اگر وہ فرق
بھی متصور ہوتا تو اس انتزاع کے ساتھ ایک انضمام کا مضمون بھی پیدا ہو جاتا بہر حال وجود کی نسبت
اوصاف کی یہی دو صورتیں متصور ہیں ایک تو یہ کہ اوصاف اوس سے صادر ہوئے ہوں اور اوسکی لازم
ذات ہوں دوسرے یہ کہ اوسپر واقع ہوئے ہوں یعنی اوسکے حق میں انتزاعی ہوں جب یہ بات سمجھ میں
آگئی تو اور سنئے صفات کاملہ جناب باری تو وجود کی لازم ذات ہیں اور سوا اونکے اور مفہومات وجود
کے حق میں انتزاعی خبر اور مفہومات سے تو چنداں ہمکو بحث نہیں اصل مطلب صفات سے ہے سو اونکے لزوم
ذاتی کی یہ وجہ ہے کہ وجود کا تقدم اور اوصاف اور مفہومات پر تو ایسا آشکارا جیسا ایک کا دو سے مقدم ہونا
اور دو کا تین سے اگر وجود کے برابر کے درجہ میں کوئی مفہوم ہو سکتا تو ہم کہہ سکتے کہ وجود اور صفات باقیہ جناب
باری معلول علتہ ثالثہ ہیں پھر اسکے ساتھ تحقق صفات خداوندی بے وجود خداوندی بھی متصور نہیں اور
خدا کے وجود سے اونکا انفصال بھی ممکن نہیں اگر ایک طرفی لزوم ہوتا تو ہم اونکو از قسم اوصاف خارجیہ
کہدیتے مگر جب دونوں طرف سے تلازم ہے تو وہی صورت ہوگی کہ وجود جو مقدم اور سابق ہی ملزوم ہو
اور صفات باقیہ اوسکی لازم ذات اور قطع نظر وجود کے خود ذات باری کو ملزوم اور صفات مذکورہ کو لازم ذات
کہئے تو اول تو ضرورت وجود جسکی بداہت میں کسیکو کلام نہیں چنانچہ اوپر عرض کر آیا ہوں غلط ہو جائیگی
دوسری اسصورت میں وجود خداوندی اور ہوگا اور ذات خداوندی اور جسکا حاصل یہ ہوگا کہ وجود باری
بھی مثل وجود مخلوقات ایک امر عارضی ہے کوئی امر ذاتی نہیں اور اسلئے اوسکا اتصال اور انفصال یعنی

وجود و عدم خداوندی دونوں ممکن ہیں ہاں یوں کہئے جیسے آفتاب ایک نور مجسم ہے یا یوں کہو اوسکے جسم کے اندر ایک نور حلول کئے ہوئے ہے مگر جو چاہو سو کہو یہ شعاعیں جو اوس سے خارج ہوتی ہیں اوسی نور سے خارج ہیں جو سرحد کرویہ آفتاب میں ہے خواہ وہ عین جسم آفتاب ہو یا اوسمیں حلول کئے ہو اور پھر اون شعاعوں سے زمین پر مثلاً دھوپ پیدا ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک نورانی چیز ہے اتنا فرق ہے کہ دھوپ کبھی پیدا ہو جاتی ہے کبھی زائل ہو جاتی ہے اور شعاعیں ہمیشہ آفتاب کے ساتھ رہتی ہیں لیکن جیسے باوجود مزید نورانیت شعاع کو دھوپ نہیں کہہ سکتے حالانکہ دھوپ کو دھوپ نورانیت ہی کی وجہ سے کہتے ہیں ایسے ہی نور سرحد کرویہ کو باوجود فوقیت نورانیت شعاع نہیں کہتے اور اگر شعاع کو دھوپ اور نور سرحد کرویہ کو شعاع کہدیں تو یوں کہو شعاع اور نور مذکور کی توہین ہوگی ایسے ہی جو بات صفات میں ہے وہ بات ذات باری میں بدرجہ اولیٰ ہے مگر اطلاق الفاظ صفات اوس درجہ پر کریں تو توہین ذات ہے اسلئے اوس مرتبہ کو جو اوس سے صادر ہوا ہے ذات سے ایسی طرح کم سمجھکر جیسی شعاع نور سرحد کرویہ سے ہوتا ہے جو اسماء اور القاب اونکو دیئے ہیں وہ القاب اگر مرتبہ ذات پر اطلاق کریں تو اوسکی توہین ہو گو اصل بات میں وہ مرتبہ صادر سے کہیں بڑھا ہوا ہو مگر جب مرتبہ صدور تک نوبت آئی تو پھر وہی ترتیب ملحوظ رہیگا جو وجود میں اور صفات باقیہ میں ہے اور اسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ وجود صادر اور صفات صادرہ کے حق میں مصدر ہے ورنہ پھر وہ ترتیب یعنی تقدم وجود و تاخر صفات کیونکر درست ہوگا القصہ ذات پاک اصل ہستی ہی پر لفظ وجود و ہستی اوسکے حق میں ایسی طرح موجب عار[1] ہے جیسے نور سرحد کرویہ کے حق میں لفظ شعاع اور شعاع کے حق میں لفظ دھوپ حالانکہ نور سرحد کرویہ اصل شعاع ہے اور شعاع اصل دھوپ علی ہذا القیاس جو نسبت وجود کو ذات کے ساتھ ہی وہی نسبت حیوۃ کو وجود کے ساتھ مثلاً اور علم کو حیوۃ کے ساتھ اور ارادہ کو علم کے ساتھ ہے تفصیل اس اجمال کی سنئے یہ تو بدیہی ہے کہ ارادہ مراد کے ساتھ جب تک متعلق نہیں ہو سکتا جب تک علم اوس مراد کے ساتھ متعلق نہو لے اس توقف تعلقی سے یہ بات متحقق ہے کہ ملکہ ارادہ کا تحقق بھی ملکہ علم کے تحقق پر موقوف ہے اور باہم ایسا رابطہ ہے جیسا جسم محدود اور سطح میں اگر ایسا رابطہ نہو تو یوں کہو کہ ملکہ ارادہ اپنے وجود میں ملکہ علم سے ایسی طرح مستقل اور مستغنی ہے جیسے دو جسم متبائن اپنے اپنے

---

[1] اور یہ ایسی بات ہے جیسے لاٹ صاحب اور لفٹنٹ گورنر کو لاٹ اور لفٹنٹ گورنر بوجہ حکومت کہتے ہیں اور اسباب میں بادشاہ بہت زیادہ ہوتا ہے مگر بادشاہ کو لاٹ یا لفٹنٹ کہئے تو اوسکی توہین ہے گو لاٹ اور لفٹنٹ کی تعظیم ہو ١٢ منہ

وجود میں ایک دوسرے سے مستغنی اور مستقل ہوتی ہیں لیکن یہ ہوگا تو یہ بھی ضرور ہوگا کہ جیسے دو جسم متبائن ہوں تو یہ ضرور نہیں کہ ایک کا کسی سے اتصال دوسرے کیلئے اتصال پر موقوف ہو بلکہ عقل ہر ایک کا اتصال بدون دوسرے کے تجویز کر سکتی ہے ایسے ہی ارادہ بھی اپنے تعلق میں جسکا حاصل وہی اتصال بالمراد ہے علم کے تعلق سے ایسی طرح مستغنی ہو جیسے علم اپنی تعلق میں ارادہ کے تعلق سے مستغنی ہے کیونکہ جب ملکہ علم و ملکہ ارادہ جو روح کے ساتھ ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے قوت باصرہ یعنی نور نظر آنکھ کے ساتھ اور نور آفتاب یعنی شعاع خود آفتاب کے ساتھ اور پھر دونوں میں یہ استغنا اور استقلال ہے جیسا قوۃ باصرہ اور قوت سامعہ میں تو جیسے ان دونوں قوتوں میں سے ایک دوسرے سے اپنے اپنے تحقق میں مستقل اور مستغنی ہیں اور اسلئے تعلق میں بھی استغنا ہے ایسے ہی علم و ارادہ کو درصورت استقلال وجود علم و وجود ارادہ یہ لازم ہوگا کہ تعلق میں بھی مستغنی ہوں ہاں اگر وجود ارادہ ایسی طرح تابع وجود علم ہو جیسے وجود سطح تابع وجود جسم ہوتا ہے تو پھر یہ بات درست ہو جائیگی کہ ارادہ تو اپنے تعلق میں تعلق علم کا محتاج ہو اور علم اپنے تعلق میں ارادہ کے تعلق کا محتاج نہو کیونکہ عقل باصفا کے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ جب ایک طرف سے تحقق میں احتیاج ہوگی تو اوسی طرف سے تعلق میں بھی احتیاج ہوگی یہی وجہ ہے کہ عقل سلیم اتصال سطح بے اتصال جسم تجویز نہیں کر سکتی اور اتصال جسم بے اتصال سطح تجویز کر سکتی ہے دیکھ لیجے کرہ سطح مستوی سے ملتا ہے توفقط ایک نقطہ پر اتصال ہوتا ہے اور مکعب کونے کیطرف سے کسی جسم مستوی السطح سے متصل ہو تو نقطہ پر یا خط پر التقا ہوتا ہے القصہ یہ توقف یکطرفی جو درباره تعلق علم و ارادہ ہوتا ہے بے اسکے متصور نہیں کہ ارادہ اپنے وجود میں علم کا تابع ہو باقی یہ بات خود ظاہر ہے کہ علم بے حیوۃ متصور نہیں اور حیوۃ بے وجود متصور نہیں اور وجود اور ذات کا ارتباط ابھی عرض کر کے آیا ہوں یہ اون صاحبوں کے طور پر عرض کیا گیا جنکے نزدیک حیوۃ علم سے مقدم ہے اور جنکے نزدیک اصل علم یعنی وہ قوۃ علمیہ جو روح کے حق میں بمنزلہ نور شعاع آفتاب ہے حیوۃ سے مقدم ہے یا باہم فرق اعتباری ہے اونکے طور پر اوسکے مناسب سمجھنا پڑیگا یعنی فرق تقدم و تاخر کا سمجھنا مقدم و موخر کی حقیقت کے سمجھنے پر موقوف ہے اور یہ بات بذریعہ تعریف مقدم و موخر متصور نہیں سو بعد اطلاع ناظر فہیم خود سمجھ لیگا یہاں ایسی تفاصیل کی گنجایش نہیں یہاں تو اصل مطلب یہ ہے کہ جو ترتب ذات و وجود صادر میں ہے وہی ترتب وجود صادر اور صفات صادرہ میں ہے اور پھر وہی ترتب آگے باہم صفات میں ہے اور خیر صفات میں یہ ترتب نہ سہی لیکن وجود صادر من الذات اور صفات میں تو یہ ترتب اور توقف ضرور ہے اور پھر اوسکے ساتھ لزوم ذاتی یعنی انفصال ممکن نہیں ورنہ یہ ممکن ہو کہ خدا میں یہ صفات اول نہوں اور پھر آگئیں ہوں اور علی ہذا القیاس

پھر جائے ہو جائیں اور زائل ہو جائیں کیونکہ جب انفصال ممکن ہوا تو بدوں اسکے متصور نہیں کہ وہ صفات خانہ زاد اور صادر من الوجود اور معلول وجود اور مقتضائے وجود نہوں ورنہ نہیں تو پھر یہی ہو گا کہ عطاء غیر ہوں جس سے بنای خدائی ہی برہم ہو جائیگی کیونکہ اس صورت میں احتیاج الی الغیر لازم آئیگی دوسری یہ خرابی اور رہیگی کہ صفات مذکورہ کو اپنے تحقق میں وجود کی حاجت نہو یہ ممکن ہو گا کہ عالم نہوا اور اوسکو علم حاصل ہو کیونکہ جب ذات وجود کو وہ صفات لازم ہی نہیں تو پھر انفصال من الوجود ممکن ہوگا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کے وجود کو لازم ہوں کیونکہ یہ ہو گا تو پھر وجود بھی اوسی طرف سے مستعار ہو گا یعنی جب وہ صفات اوس دوسرے کے وجود سے جدی نہیں ہو سکتیں تو جہاں جائینگے اوسکے وجود کے ساتھ ساتھ جائینگے وہ اگر مستعار ہونگی تو وجود مستعار ہو گا اور یہ خیال کہ اچھا ایک وجود مستعار بھی سہی پر ایک وجود اصلی بھی ہو جسپر بناء خدائی ہو اونہیں صاحبوں کو ہو سکتا ہے جنکو عقل سے بہرہ نہیں اول تو ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو اپنی سرحد میں گھُسنے ہی نہیں دیتا دیکھئے ہمارا وجود ضعیف ہے اور کیوں نہو زمین کی دھوپ کی طرح عطاء غیر ہے یعنی خداداد ہے نور آفتاب کی طرح خانہ زاد نہیں اور پھر با اینہمہ ہمارا وجود اپنی سرحد میں کسی دوسرے کو آنے نہیں دیتا یعنی جہانتک ہمارا احاطہ وجود ہے وہ دو اڑھائی گز ہے یا کم و زیادہ وہانتک دوسرے کی گنجایش نہیں جب با وجود ضعف ہمارے وجود میں یہ قوۃ ہے تو خدا کا وجود تو خانہ زاد قوی ہے وہ کاہیکو دوسرے وجود کو اپنی سرحد میں قدم رکھنے دیگا دوسرے مفہوم وجود ایک مفہوم واحد ہے اوسکا مصداق بھی واحد ہونا چاہئے یعنی جیسے مفہوم انسان ایک مفہوم واحد ہے اور اسوجہ سے جہاں یہ مفہوم صادق آتا ہے وہاں وہی ایک مصداق ہوتا ہے چنانچہ اسیوجہ سے افراد انسانی ماہیت انسانی میں باہم شریک ہیں اور سب ایک ماہیت کے افراد اور ایک کلی کے تلے داخل سمجھے جاتے ہیں ایسے ہی درصورت تعدد وجود افراد وجود و موجود سب ایک ماہیت میں شریک ہونگے اور اسوجہ سے جیسے ہر فرد انسانی میں لوازم ماہیت انسانی کا ہونا ضرور ہے ایسے ہی ہر فرد وجود میں اور ہر فرد موجود میں لوازم ماہیت وجود کا ہونا ضرور ہو گا سو صفات مذکورہ اگر کہیں بھی لوازم ذات وجود ہونگے تو سبھی جا لازم ذات وجود ہونگے پھر وجود خانہ زاد ہو گا تو یہ بھی خانہ زاد ہونگے اور وہ مستعار ہو گا تو یہ بھی مستعار ہونگے غرض خدا کے وجود کو پہلے لازم ہونگے الحاصل بے اسکے چارہ نہیں کہ تمام صفات وجودی کو لازم ذات وجودی کہئے جیسے تمام احوال وجود کو انتزاعی وجود کہنا چاہئے چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں باقی یہ تمیز اپنا کام ہے کہ کسکو صفت کہئے اور کسکو حال اس مقام میں اگر اسکے بیان کی ضرورت ہوتی تو میں ہی عرض

کرتا چلتا ہاں اگر کسیکو یہ خیال ہو کہ لازم ذات واحدہ واحد ہی ہوا کرتا ہے اُمور متعددہ نہیں ہوسکتے پھر وجود سے امر بسیط کی ذات کو جسکے بساطت پر اوسکی رفعت اور تمام مفہومات سے علو اور تقدم شاہد ہے کیونکر اتنی صفات متعددہ جنکو غیر متناہی کہئے تو بجا ہے لازم ہونگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر واحد کو ذات کو واحد ہی لازم ہوا کرتا ہے اور میں کہتا ہوں یوں ہی ہوتا ہے تو میں پہلے ہی ترتب صفات کیطرف بطور نمونہ خود اشارہ کر آیا ہوں یہ بات کہ ارادہ علم پر موقوف اور علم حیوۃ پر اور حیوۃ وجود پر اسی غرض سے عرض کی تھی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ صفات سب کی سب بے واسطہ ذات کو لازم نہیں بلکہ ایک کو ایک لازم ہے اور اسوجہ سے سب کی سب ذات کو لازم ہیں اور اگر یہ بات فرض کرو غلط ہے تو نہ یہ خیال پیدا ہوا اور نہ مجھکو جواب کی ضرورت بالجملہ تمام صفات وجودیہ بواسطہ یا بیواسطہ ذات وجود کو لازم ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ وجود ہو اور ان صفات کا پتا نہ ہو بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ جمادات و نباتات میں بھی علم و ادراک و شعور و ارادہ کا ہونا لازم آئے مگر کوئی پوچھے اسمیں کیا محال اور کیا خرابی ہے اس دلیل قطعی کے سامنے یہ وہم کیونکر قابل قبول ہو کہ ہمکو آثار علم و حیوۃ و ارادہ و قدرت معلوم نہیں ہوتے اگر معلوم نہونے سے اوس شے کا انتفا لازم آیا کرے جسکا علم نہیں تو جو جو چیزیں ہمکو معلوم نہیں وہ سب معدوم ہوا کریں بلکہ جو لوگ سلیم العقل ہیں اور اوہام اور خیالات کے پابند نہیں دلیل مذکور کو سنکر مطمئن ہو گئے ہونگے اور پھر یہ خطرہ اونکے دل میں نہ آئیگا کہ جمادات و نباتات میں ادراک و شعور ہی نہیں پھر وہ کیونکر خدا کی تسبیح کرتے ہونگے جو علی العموم قرآن میں یہ فرما دیا وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم جسکا یہ مطلب ہے کہ کوئی شی ایسی نہیں جو خدا کی حمد و تسبیح کرتی ہو مگر تمکو خبر نہیں الحاصل وجود کو تمام صفات وجودیہ لازم ہیں اگر کہیں خانہ زاد ہوگا تو صفات وجودیہ بھی خانہ زاد ہونگی اور کہیں مستعار ہوگا تو صفات وجودیہ بھی مستعار ہونگی مگر چونکہ قوابل میں باعتبار قابلیت تفاوت زمین و آسمان ہوتا ہے اور اسوجہ سے وصف مقبول میں بھی اسیقدر فرق پیدا ہوتا جاتا ہے تو بعض ماہیات میں بعض اوصاف و صفات وجودیہ یا تو محسوس ہی نہیں ہوتیں اور یا کم محسوس ہوتی ہیں اور اسلیئے یہ شکوک پیدا ہو جاتے ہیں مگر ہرچہ بادا باد وہ مادہ پنڈت صاحب اگر مخلوق خدا نہیں جیسے پنڈت صاحب فرماتے ہیں اور اسی پر جھگڑا ہے تو اوسکا وجود خانہ زاد ہوگا اور صفات وجودیہ قدیم سے اوسکے وجود کو لازم ہونگی اور تمام صفات خداوندی کا اجتماع لازم آئیگا اور اُسکو ثانیِ خدا کہنا پڑیگا اور یہ عذر لاطائل لغو ہو جائیگا کہ فقط غیر مخلوق ہونے سے کیا ہوتا ہے خدائی کیلیئے تمام صفات کی فراہمی ضرور ہے اور اگر مادہ کو بھی مخلوق کہوگے تو موافق قاعدہ مسلمہ پنڈت صاحب کہ ہر مخلوق اور حادث کیلیئے مادہ کی حاجت ہے جسکی بنا پر پنڈت جی کو مادہ کے قائل ہونے

کی ضرورت ہوئی اوس مادہ کیلئے اور مادہ نکالنا پڑیگا اور پھر اسیطرح اوس دوسرے کیلئے یہانتک کہ دو
یا تسلسل لازم آئیگا اور پنڈت جی کا شیخ چلی کا سا گھر بنا بنایا ڈہ جائیگا اب وہ سنئے پنڈت جی کے طور پر خدا
نعوذ باللہ منزلہ کمہار ہے اور مادہ منزلہ گارا اور مخلوقات منزلہ برتن مگر یہ ہے تو پھر یوں کہو مخلوقات کو خ
کی اتنی ضرورت نہیں جتنی مادہ کی ضرورت ہے ظاہر ہے کہ برتن کو کمہار کی اگر ضرورت ہے فقط بنتے ہی وقت
ہے اور مادہ کی ضرورت ہر دم ہے پھر اگر یوں کہئے جیسے پانی وغیرہ کا جو قطرہ اوپر سے گرتا ہے بمقتضا
طبیعت کروی الشکل ہو کر گرتا ہے ایسے ہی کیا عجب ہے یہ ظہور اشکال مخلوقات مادہ کا ایک امر طبیعی ہو پھر ک
ضرورت ہے جو خدا کے قائل ہو جیئے اور اوسکا بار احسان اور تاوان عبادۃ اپنے سر دھر لی تو پھر پنڈت جی ک
مادہ ہی مادہ رہیگا خدا کو کون پوچھے گا اور خدا بھی رہا تو موافق گذارش حال خدا میں کیا فوقیت رہی جو وہ
مالک بن بیٹھے اور مادہ باوجود دہقانی خدا نہوا مادہ رہا غرض جس پہلو سے پلٹئے یہ عقیدہ فاسد ہے سبحان
کیا خدا کی قدردانی ہے قربان جائیے ایسے گرو اور ایسے چیلوں کے جنکو اسکی بھی خبر نہیں کہ ہم کیا ک
ہیں اور اسکا انجام کیا نکلے گا۔ کہو لالہ انندلال صاحب اب بھی یہ مصرعہ پڑھو گے یا نہیں ÷ میں الزام ا
دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا + لالہ صاحب آپ صاحبوں کی طمطراق اور تین پانچ کی وجہ فقط ثروت ہے یہ سا
پھل پھول اس دولت ناپائدار کے ہیں معیشت سے بیفکر خواب راحت میں مست جو جی میں آیا کہا سنایا لکھ
چھپوایا جاہلوں نے سمجھا کوئی بڑے ہی ذو فنون ہیں اگر اسطرف آدھی ثروت بھی ہوتی تو انشاء اللہ
تماشا دکھلا دیتے مگر اس افلاس کی مجبوری کو کیا کہیے یہاں تقریباً تین سال گذر جائیں اور کیفیت میلہ
چاندا پور بھی جسمیں پنڈت جی بھی رونق افروز تھے نہ چھپنے پائی اور پنڈت جی کیفیت مذکورہ چھوڑ کر
میرٹھ وغیرہ مقامات کی تمام واقعات حسب دلخواہ گھڑ گھڑ کر چھپوا دیں خیر یہ تو ہو چکا ہمکو تو عرض نیاز سے
مطلب ہے اسلئے یہ گذارش ہے مرحبا آفریں ہزار آفریں یہ آپکا پنتھ اسی قابل تھا کہ آپ اسکو یوں رسو
کریں کیا مزہ کی بات ہے عقیدہ بھی ملا تو یہ ملا اور دلیل بھی ملی تو یہ ملی دیکھو کیا خجالت کی دلیل ہے مگر
جہاں عقل سے کام نہ لیا جاوے وہاں اور کیا کیا جائے اصل جواب تو ہو چکا اور عقل ہو تو یہی تقریر اون تمام اعتراضوں
کے جواب میں کافی ہے جو لالہ صاحب نے بذریعہ غیر مخلوق ہونے صفات باریتعالی کے وارد کئے اصل
میں وہ ایک اعتراض ہے اور حاصل اوسکا یہ ہے کہ اگر فقط غیر مخلوق ہونے سے خدائی لازم آئے تو لازم
یوں ہے کہ صفات کاملہ جناب باری بھی خدا ہو جائیں اور چونکہ وہ صفات غیر متناہی اور باہم متبائن ہیں

تو لازم یوں ہے کہ غیر متناہی خدا ہو جائیں مگر لالہ صاحب نے اوراق سیاہ کرنے کیلئے قدرت علم عدل و رحم کو جدا جدا لیا ہے اور ہر ایک کے غیر مخلوق ہونے کو ذکر کر کے اعتراض مذکور وارد کیا ہے چونکہ اس تقریر میں لالہ بھائیوں کی غلط فہمیوں کے اندیشہ سے یہ مرقوم ہے کہ خدا کیلئے یہ ضرور ہے کہ اوسکا وجود کسی اور کے وجود پر موقوف نہو اور کسی غیر کے سہارے پر نہو جسکا حاصل یہ ہے کہ مدار خدائی استقلال وجود ہے اور صفات میں یہ بات نہیں تو اب اسکی حاجت نہیں کہ ہم غلط فہمی کا جواب دیں اور اونکی خوبی فہم کو آشکارا کریں ہمیں اپنے مطلب سے مطلب ہے (۱) وہ دو باتیں اگر سنائیں تو ہم سو گالیاں سہلیں ہمیں مطلب سے مطلب ہے وہ جو چاہیں آپ کہلیں + مگر ایسوں کا سر چڑھانا بھی اچھا نہیں اسلیئے اونکی فہم کی قلعی کھولنی بھی ضرور ہے سنئے لالہ صاحب آپ تو معانی کی ٹانگ توڑنے کو موجود ہیں غور تو کرو تمہیں تو عبارت فہمی کا سلیقہ بھی نہیں معترض صاحب اگر فقط یوں لکھتے کہ خدائی کا مدار غیر مخلوق ہونے پر ہے تو تمہاری یہ تالیاں بجانی کام آتیں شاید کہیں سے پیا دو پیا لجاتا معترض صاحب تو یوں فرماتے ہیں کہ خدا کی خدائی کا مدار اوسکی غیر مخلوق ہونے پر ہے یہ قید فقط اسلیئے لگائی تھی کہ کوئی صفات کو نہ لے اوڑے مگر اونکو معلوم نہ تھا زمانہ خالی نہیں آریہ کے فخر مذہب آریہ بھی میرٹھ میں رونق افروز ہیں مگر جب آپ اسپر بھی نہ سمجھے تو آپ ہمارے اس معما کو کیا سمجھے ہونگے اسلیئے بالتفصیل عرض کرنا پڑا سنئے مگر کان کا میل نکلوا کر سنئے مفہوم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مستقل بالمفہومیت دوسری غیر مستقل مستقل بالمفہومیت سے تو یہ غرض ہے کہ اونکے سمجھنے کیلئے دوسرے مفہوم کے سمجھنے کی ضرورت نہو اور غیر مستقل وہ کہ جسکے سمجھنے کیلئے دوسرے مفہوم کے سمجھنے کی ضرورت ہو وہ مفہوم کوئی مفہوم مطلق ہو یا مقید ہو مثلاً ضرب کے تصور کیلئے ضارب کا تصور اور مضروب کا تصور ضرور ہے اگر ضرب مطلق ہو تو مطلق ضارب مضروب کا تصور کافی ہے اور مقید ہو تو ضارب خاص اور مضروب خاص کا

(۱) بہت دن ہوئے نجم الاخبار کا وہ پرچہ جسمیں سوال متعلق مادہ مندرج تھا راقم کی نظر سے گذرا تھا الفاظ تو اتنے دنوں تک کیا یاد رہتے البتہ مضمون یاد ہے اوسی بناء پر یہ لکھا گیا کہ معترض صاحب نے یہ لکھا تھا یہ نہ لکھا تھا مگر اوس خلاصہ سوال کو دیکھئے جو صاحب رسالہ آریہ سماج میرٹھ بابت ماہ اساڑھ سمت ۱۹۶۳ میں مرقوم ہوا ہے تو پھر اس جواب کی ضرورت نہیں کہ معترض نے فقط خدائیکا مدار غیر مخلوق ہونے پر رکھا بلکہ خدا کی خدائی کا مدار غیر مخلوق ہونے پر رکھا کیونکہ خلاصہ سوال سائل مذکور میں یہ عبارت موجود ہے کہ اور خدا اوسی کا نام ہے جو بذات خود قائم اور موجود ہو اور بناء خدائی اوسکی موجود اصلی ہونے اور بذات خود قائم ہونے پر مبنی ہے انتہی اس عبارت کے دیکھنے والیکو بشرط فہم یہ بات آشکارا ہو جائیگی کہ معترض نے پہلے ہی آریہ سماج میرٹھ کے جواب مذکور کو اوڑا دیا ہے کیونکہ صفات خداوندی کا غیر مخلوق ہونا تو مسلم مگر باینہمہ صفات خداوندی موجود اصلی اور بذات خود قائم نہیں کہہ سکتے کون نہیں جانتا کہ صفات خداوندی کیسے کیوں نہوں بذات خود قائم نہیں ہیں بلکہ اونکا قیام اونکی موصوفات کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی صفات کو اگرچہ قدیم ہوں اور کسی قدیم کے ہوں موجود اصلی نہیں کہہ سکتے کیونکہ موجود اصلی وہی ہوتا ہے جسکا قیام کسی اور کے ساتھ نہو بلکہ بذات خود قائم ہو غرض معترض نے وہ سارا مضمون جسکے بیان میں ہمکو کئی ورق لکھنے پڑے فقط ایک جزو میں ادا کر دیا ہے مگر ہاں فہم کی ضرورت ہے یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج میرٹھ والے نہ سمجھے الحاصل خلاصہ سوال جو خود مجیبوں کے مجمع کا لکھا ہوا ہے اسپر شاہد ہے کہ جواب آریہ سماج میرٹھ سے اعتراض متعلق مادہ مرتفع نہیں ہو سکتا ہاں اگر مجمع مذکور درباب خلاصہ اپنی تغلیط کر کے یوں کہیں کہ اصل سوال میں یہ الفاظ ہے جو مفید مطلب معترض ہیں تو پھر اول تو انشاء اللہ سوال مذکور میں وہ ہوگا جو ہم نے عرض کیا یعنی مدار خدائی خداوند عالم اوسکی غیر مخلوق ہونے پر ہے نہ یہ کہ فقط خدائیکا مدار غیر مخلوق ہونے پر ہے ورنہ ادنی سے تغیر میں سوال مذکور پھر لاجواب ہو جائیگا یعنی

تصور درکار ہوگا غرض بقدر خصوصیت ضرب اطراف میں بھی خصوصیت درکار ہے اگر دونوں قسم کی خصوصیت ضرب میں ملحوظ ہوگی تو دونوں طرف میں تخصیص ضرور ہوگی اور ایک قسم کی خصوصیت ہوگی تو ایک طرف میں تخصیص لازم ہوگی جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو آگے سنئے صفات سب قسم کی کیسی کیوں نہوں غیر مستقل بالمفہومیت ہیں اور اسماء جامدہ سب مستقل مگر چونکہ فہم بہ نسبت امور خارجیہ واقعی ایک مخبر ہے منشی نہیں چنانچہ پہلے بھی عرض کر آیا ہوں تو جہاں فہم میں عدم استقلال ہوگا وہاں اصل اور واقع میں بھی عدم استقلال ہوگا اوسکی نسبت کسی دیوانہ کو بھی یہ وہم نہو گا کہ وہ بذات خود موجود ہے کسی دوسرے کی احتیاج نہیں اور اسلئے اوسپر اطلاق لفظ خدا نہ کوئی کریگا نہ کسی اور کے کلام میں جسکا اوسپر محمول کریگا کیونکہ یہ لفظ تو آشکارا یہ کہتا ہے کہ اسکا مصداق خود صفحۂ ہستی پر رونق افروز ہے کسیکے فیض اور قدرت سے وجود میں نہیں آیا غرض یہ لفظ ہی مابہ احتراز من الصفات ہے مگر ہاں وہ مفہومات باقی تھے جو مستقل بالمفہومیت ہیں اور اونکی مصادیق مخلوق ہیں جیسے جمنا داس گنگا داس وغیرہ اسماء اونمیں اور خدا میں مابہ الافتراق فقط یہی ہے اور سب مخلوق اور خدا غیر مخلوق اسلئے معترض نے یہ کہا تھا کہ خدا کی خدائی کا مدار اوسکی غیر مخلوق ہونے پر ہے اور اس امر میں وہ اور مادہ متنازع فیہا جسکی استقلال بالمفہومیت اور استقلال وجود پر اوسکا تباین اور غیر مخلوق ہونا شاہد ہے برابر پھر کیا وجہ کہ خدا تو خدا کہلائے اور اوسکے لئے حقوق خداوندی بجالائے جائیں اور مادہ خدا نہ بنے اور نہ اوسکے لئے وہ حقوق ادا کئے جائیں اب لالہ صاحب فرمائے آپکا وہ اعتراض کہاں گیا اور کہئے اولٹی ازار گلے میں آئی یا نہ آئی خیر آپکے اس اعتراض واہی کا جواب تو ہوچکا مگر آپکے ناز بیجا پر ہم بھی کچھ چھیڑ کرتے چلیں لالہ صاحب آپ فرماتے ہیں آپکا اور نیز ہر جدید فرقہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ خدا قادر مطلق ہے انتہی سبحان اللہ باسی کڑھی کو بھی اوبال آیا اہل اسلام کے مقابلہ میں ہندوؤنکو بھی یارائے زبان آوری ہوا لفظ جدید میں اسکی طرف اشارہ ہے کہ آپ قدیم فرقہ کے لوگوں میں ہیں جنکی گمراہی رفع کرنے کیلئے خدا نے نئے نئے ہادی بھیجے خیر مطلب یہ ہے کہ آپکے نزدیک خدا قادر مطلق نہیں اور جب قادر مطلق نہیں تو قادر مقید ہوگا اور چونکہ ہر مقید سے اوپر ایک مطلق کا ہونا ضرور ہے تو آپکے نزدیک خدا سے اوپر کوئی قادر ہوگا جسکی قدرت کاملہ مطلق ہوگی اور جن باتوں پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے خدا کے قادر مطلق ہونے سے انکار تھا اون باتوں پر وہ قادر مطلق قادر ہوگا اور چونکہ منجملہ اون کے خدا کا مارنا اور اوسکی ثانی کا پیدا کرنا بھی ہے تو لازم یوں ہے کہ وہ قادر مطلق خدا

کے مارنے اور اوسکے ثانی کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہو بلکہ خود اپنے مارنے اور اپنے ثانی کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہو مہاراج خدا تعالیٰ کی قدر دانی ہو تو ایسی ہو جیسی آپکے ہاں ہے لالہ صاحب آنکھیں کھولئے ہوش میں آئیے ایسی بھی کیا عقل کھو ہی بیٹھے دیکھو فاعلیت کا کمال اور نقصان اور اور مفعولیت کا کمال اور نقصان اور ہے یہ فرق تو فاعل و مفعول کے پہچاننے والے بھی سمجھ سکتے ہیں آفتاب اگر نظر نہ آئے تو ابصار فاعلی یعنی رائی ہونے میں قصور ہے اور آوازیں اور روح وغیرہ اشیا اگر نظر نہ آئیں تو ابصار مفعولی یعنی مرئی ہونے میں قصور ہے علی ہذا القیاس خدا اور اوسکا نظیر اور اوسکا عدم اور اوسکی موت اگر ممکن نہیں تو اون کے مقدور ہونے کا قصور ہے خدا کے قادر ہونے میں کیا نقصان اگر نقصان قدرت خداوندی ہوتا تو یہ امور محال نہ ہوتے ممکن ہوتے سو ان امور کے باعث خدا کے قادر مطلق ہونے سے انکار کرنا اسبات پر دال ہے کہ آپکو اور آپکے پیشواؤں کو ہنوز کمال و نقصان فاعل و کمال و نقصان مفعول کی بھی تمیز نہیں اور سنئے آپ فرماتے ہیں کہ قدرت مخلوق ہوگی تو ذات خدا محل حوادث ٹھیرے گی ہر چند یہ بات صحیح ہے اور خدا کی ذات کا محل حوادث ہونا ممنوع ہے مگر آپکے مرتبہ فہم کے آشکارا کرنے کیلئے ہم بھی کچھ چھیڑ کرتے ہیں ؎ چھیڑ خوباں سے چلی جا اسد + کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی ٭ یہ تو فرمائیے اسمیں کیا خرابی ہے کہ ذات خداوندی محل حوادث ہو اگر غیر مخلوق ہونے کے باعث یہ ارتفاع بھی ہے تو مادہ بھی غیر مخلوق ہے وہ کیوں محل حوادث ہے اور اگر کسی اور صفت کے باعث یہ امتناع ہے تو وجہ امتناع کیا ہے اور اگر خالق ہونے کی وجہ سے یہ ممانعت ہے تو اسمیں کیا استحالہ ہے کہ خود خالق اپنی ذات میں کچھ تصرف کرلے اتنی قدرت تو ہمکو بھی حاصل ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے وجود کو درست کرلیں یا بگاڑ لیں خدا میں یہ بات کیوں نہوگی علاوہ بریں خالقیت رازقیت سب اوسکی صفات خاصہ میں سے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں حادث ہیں مادہ کے اثبات پر جو دلیل دلالت کرتی ہے اوس سے یہ دلیل زیادہ مضبوط ہے پھر کیا وجہ اوسپر تو ایمان ہے اور اوس سے انکار اوسکے بعد آپ روح اور دوزخ و بہشت اور وہانکے باشندوں کے ابدی ہونے کے خیال پر کچھ اور بے تال و سر گاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اگر فقط ایک صفت یعنی غیر مخلوق ہونے کے اشتراک سے مادہ کی خدائی لازم آتی ہے تو لازم یوں ہے کہ دوزخ و جنت و مافیہما اور ارواح بھی خدا ہو جائیں کیونکہ خدا بھی ابدی ہے اور یہ اشیا بھی ابدی ہیں لالہ صاحب اس اعتراض کو تو آپ گھر بھجوا کر کسی صندوق میں بند کرا دیں تو بہتر ہے اگلے زمانہ میں جب آپکی طرح جاہل روں

کھونٹ میں خوش فہم ہی آباد ہوجائیں گے کام آئیگا ان ہادیوں کے پڑھے ہنود کو مضامین علمیہ میں دخل دیتے شرم بھی
تو نہیں آتی مہاراج معترض اگریوں کہتا کہ اگر ایک صفت بھی صفات خداوندی میں سے برائے نام بھی کہیں پائی
جائیگی تو خدائی لازم آئیگی تو آپنے یوں بغلیں بجائی ہوتیں معترض نے تو خاصہ خداوندی بتلایا جسکا مطلب یہ
کہ خواص و لوازم ذاتیہ اشیاء جہاں پائی جاتی ہیں وہاں اُن اشیاء کا ہونا ضرور ہے چونکہ غیر مخلوق ہونا خدا
کا اوسکی خصائص ذاتیہ میں سے ہے اور مصادیق مفہومات مستقل بالمفہومیت میں سوا اوسکے اور کسی میں آ نہیں سکتے اسلئے
جہاں یہ بات ہوگی یعنی استقلال کے ساتھ غیر مخلوق ہونا ہوگا تو خدائی بھی ہوگی مگر آپکو اولٹی سمجھ ہے کون سمجھا سکے
جب چلتے ہوا ولٹے ہو چلتے ہو معہذا ارواح کا ابدی ہونا ثابت تو کیا ہوتا آپکے انداز بیان سے یوں مترشح ہے کہ آپ
اونکی ابدیت کے معتقد ہیں اگر اوس بنا پر یہ ارشاد ہے تو آپکے ذمہ اونکی ابدیت کا اثبات اول لازم تھا اوس کے
بعد لالہ صاحب بدستاویز اغوای شیطانی و شفاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ بڑبڑاتے ہیں حاصل یہ ہے کہ گورنمنٹ
تو قزاقوں چوروں کا انتظام کرلے خدا سے یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کچھ شیطان کا انتظام کرلے دوسرے جب جناب شفاعت
محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نجات نہیں دیسکتا تو خدا محتاج ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محتاج الیہ اسکے جواب
میں اول تو یہ شعر عرض ہے ؎ شد بدور چرخ صدہا کس پدید ✦ لیک چوں تو مادر گیتی ندید ✦ یہ ہمارے ہی زمانہ
کو افتخار ہے کہ آپ سا باریک فہم پیدا ہوا یہ اعتراض اب تک آپ سے پہلے کسیکو نہ سوجھا تھا مہاراج آپنے آدمیوں میں
کیوں جنم لیا اول تو پہلی ہی جون میں رہنا تھا نہیں تو کسی اور جون میں آجانا تھا آدمیوں کو کیوں بدنام
کیا سُنئے آپکے طور پر تو یہ جواب ہے کہ آپکا خدا بھی کیسا عاجز و مجبور ہے کہ بندے گناہ کئے چلے جاتے ہیں اور بغاوت
اور نافرمانی نہیں چھوڑتے اور خدا سے کچھ انتظام نہیں ہوسکتا ایسے خدا سے تو گورنمنٹ انگریزی ہی بھلی کہ بد
باز و اپنے نافرمانوں کو مطیع تو کرلے ہے تمہارے خدا سے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا علاوہ بریں تمہارے خیال کے
موافق خدا بھی نعوذ باللہ کیا برا کاریگر ہے کہ ایک دو اگر اچھا آدمی بنایا تو ہزاروں بُرے بنائے صناعان یورپ
ہی اس سے تو اچھے رہے جو بناتے ہیں قابل تعریف و لایق تحسین بناتے ہیں اور ہمارے طور پر یہ جواب ہے
کہ جیسے بنی آدم میں اچھے بُرے ہیں اوس نوع میں بھی اچھے بُرے ہیں جنمیں کا ایک شیطان بھی ہے جیسے بنی آدم
میں دونوں قسم کے ہیں ہادی بھی مضل بھی اوس نوع میں بھی دونوں قسمیں ہیں منجملہ مضلین ایک شیطان بھی
ہے مگر جیسے قابض ارواح یعنی ملک الموت کو ایسا تصرف عطا ہوا ہے کہ سب حیوانات اسکے زیر تصرف ہیں ایسے ہی
شیطانوں کو اتنی وسعت دی گئی ہے کہ سب آدمیوں پر اوسکا اغوا چل سکتا ہے ان کوئی اوسکی اغوا کو قبول نہ کرے

تو خیر بہر حال بنی آدم میں اغوا والوں کا ہونا اگر محل گرفت ہے تو شیطان کا ہونا بھی سہی نہیں تو نہیں مگر اگر بنی آدم میں اہل اغوا کا ہونا محل گرفت ہے تو جواب آپکے ذمہ ہے جو جواب وہی ہماری طرف سے بھی لالہ صاحب آپ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے بڑے بڑے تیز زہر قاتل ایجاد کیئے اور یہ ایجاد اونکے حق میں موجب تعریف ہوا کسی کو وہم نہوا کہ کیا بڑے ڈاکٹر ہیں کہ زہر ایجاد کرتے ہیں ڈاکٹروں اور طبیبوں کا یہ کام ہے کہ نسخہ شفا اور دوا صحت ایجاد کریں اس سے تو ہمارے نیم طبیب ہی بھلے وہ ایسا برا کام تو نہیں کرتے غرض جیسے کمال ڈاکٹری یہ ہے کہ زہر بھی ایجاد کر سکے تاکہ نالائقوں کو اوس سے ہلاک کریں اور سوا اوسکے مثل حفظ اجسام اموات وغیرہ اور کام بھی لیں ایسے ہی کمال خدائی یہ ہے کہ ایجاد مضلین بھی ہو تاکہ نالائقوں کو اوسکے ذریعہ سے دولت ہدایت سے باز رکھیں اور سوا اسکے مثل تحسین نقشہ مخلوقات اوس سے کام لیں یعنی جیسے حسن نقوش کاغذی بے اسکے متصور نہیں کہ سیاہی و سفیدی مثلاً اپنے اپنے قرینہ پر مجتمع ہوں ایسے ہی حسن مجموعہ عالم بے اسکے متصور نہیں کہ بھلے برے اپنے اپنے قرینہ پر موجود ہوں غرض خدا کا احسن الخالقین ہونا بے اسکے متصور نہیں کہ اچھوں کے ساتھ بروں کو بھی پیدا کرے تاکہ دونوں سے ملکر اسی طرح حسن عالم نمایاں ہو جیسے رخ روشن کے ساتھ زلف سیاہ ابرو و مژگان و خال ملکر موجب ظہور حسن ہو جاتے ہیں مگر یہہ باتیں وہ جانیں جسکو چشم بینا عطا ہوئی ہو اور عقل با صفا ملی ہو باقی رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا قصہ اوسکو ذکر کرکے کیوں آپنے اپنی حقیقت کھلوائی کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں کہ شفاعت کسکو کہتے ہیں لالہ صاحب اگر کوئی حاکم کا پیارا کسی مجرم کیلئے حاکم کی منتیں کرے اور وہ حاکم اسکی منتوں کی وجہ سے درگذرے کیا اسمیں حاکم کی مجبوری اور اوس پیارے کا زور ثابت ہوگا یا حاکم کا اختیار اور اوس مجرم اور اوس پیارے کا عجز و نیاز اہل عقل کے نزدیک جسقدر حاکم کا اختیار اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے اوتنا اپنے آپ چھوڑنے میں نہیں ہوتا اگر یوں ہی چھوڑ دے تو یہہ بھی شاید کسیکو احتمال ہو کہ شاید کوئی اور بھی اتنا اختیار رکھتا ہو مگر جب بڑے بڑے مقرب منتیں کر کے چھوڑوائیں تو یہ احتمال جاتا رہتا ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منت و سماجت و گریہ وزاری کے بعد مجرموں کا چھوٹنا اسپر شاہد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی باوجود اس رفعت و شان کے کہ بعد خدا کوئی اور ایسا ہے ہی نہیں اتنا اختیار نہیں رکھتے کہ خود کسی کو چھوڑ دیں خدا ہی مختار کل ہے علاوہ بریں ہمارے نزدیک مغفرت شفاعت پر موقوف نہیں یوں بھی ہوگی اور شفاعت سے بھی ہوگی مگر ہاں آپکے طور پر خدا کو اتنا اختیار نہیں کہ کسی مجرم کو چھوڑ دیں ورنہ آپ کا خیالی عدل کہاں رہے گا لالہ صاحب ایسے خدا سے تو ہم بندے ہی اچھے ہم کو اپنے حقوق سے درگذرنے کا تو اختیار ہے لالہ صاحب اب فرمائیے آپ کا خیالی خدا مجبور ہے یا ہمارا وحدہ لا شریک لہ مختار کل جسکو بوجہ مالکیت تو اچھوں کی

تکلیف اور برونکی راحت رسانی کا اختیار ہی پر بوجہ کرم تو اکثر اپنے حقوق سے درگذر کرتا ہے اور بوجہ عدل اور ذنگی حقوق اپنے سر پر نہیں رکھتا بلکہ غیر مستحقونکو بہت دیدیتا ہے پر یہ نہیں ہوتا کہ طاعت والوں کو ثواب نملے یا بے گناہونکو عذاب دیا گناہ سے زیادہ سزا دے کیونکہ اہل عقل کے نزدیک خدا کے عدل کے یہ معنی ہیں کہ اپنے حقوق میں تو اپنی طرف سے زیادتی ہو اور اور ونکے فیصلہ میں کسی کی حق تلفی نہو اور ظاہر ہے کہ اپنے حقوق کا چھوڑ دینا جو واقعی رحم و کرم ہے اسکے مخالف نہیں اگر یہ بات مخالف عدل ہوتی تو بادشاہان عفو کیش دادرس کو کوئی عادل نہ کہا کرتا غرض اپنے حقوق میں تنگ طلبی ضروریات میں سے نہیں مگر چونکہ کسیکی حق تلفی اسمیں نہیں ہوتی اسلئے داخل ظلم نہیں البتہ مخالف لطف و کرم و رحم ہے غرض معاملونکے بھگتانے میں تو صورت عدل یہ ہے جو معروض ہوئی اور اس سے پہلے وقت عطار کمالات وہ قابلیت پر نظر خداوندی ہے جسکے تفاوت کیطرف پہلے اشارہ کرچکا ہوں اس موقع میں خدا کے حق کا تو پتہ ہی نہیں اوروں ہی کے حقوق بقدر استحقاق قابلیت ہوتے ہیں اسلئے اوسطرف سے کمی کی کوئی صورت نہیں مگر چونکہ قابلیت سے زیادہ کوئی نہیں لے سکتا تو گو ادھر سے بخل نہو پر زیادتی کی بھی کوئی صورت نہیں غرض عدل خداوندی وقت اعطار تو یہ ہے اور وقت جزا و سزا وہ جو پہلے معروض ہوا اسکے سوا وہاں اور کوئی صورت عدل و ظلم نہیں اگر سوائے خدا اور بھی کوئی تھوڑا بہت مالک ہوتا تو ظلم سمجھتے تصرف فی ملک غیر متصور ہوتا اور اوسی کے موافق پھر عدل بھی سمجھا جاتا مگر سرچہ باداباد عدل یہ ہو یا وہ مخالف رحمت کوئی نہیں اسکے بعد جو آپنے جناب سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سوا انکے اور مخلوقات کے تساوی مراتب کے باب میں بوجہ مخلوق ہونے کے کاغذ سیاہ کیا ہے وہ اپنی اسی غلط فہمی کی بنا پر کیا ہے کہ آپ معترض کے اعتراض کی بنار فقط اشتراک صفت واحدہ پر سمجھ گئے اگر یہ سمجھتے کہ اوسکے اعتراض کی بنار اشتراک خواص ذاتی اور تشارک علل موجبہ پر ہے تو جواب تمہے کیا لکھتے بہت دنوں تک اس مذہب کے اختیار کرنے کی عار میں موہنہ نہ دکھلاتے افسوس جنکو اتنی بھی تمیز نہو کہ جو مصداق مستقل بالمفہومیت ہو کر مخلوق نہو وہ بذات خود موجود ہوگا اور اسیکو خدا کہتے ہیں وہ ایسے اعتراضونکا جواب لکھنے بیٹھیں اور ایسے پھولیں کہ دھوتی میں نہ سمائیں لالہ صاحب کے دن کی تیلن کے دن کا پلا تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو ایسے اعتراضوں کا جواب تم تو کیا لکھتے تمھارے سارے دیوتاؤں سے بھی لکھا جائے تو غنیمت ہے ہم نے تو ایسے ہی جواب کے احتمال پر یہ لکھدیا تھا جواب معقول ہو مگر عقل ہو تو جواب معقول آئے پھر ہم سے توبہ کراتے ہیں ع چہ دلاورست دزدی کہ بکف چراغ دارد ؎

اور سنئے لالہ صاحب کو اتنی تمیز نہیں کہ متناہی کسکو کہتے ہیں اور غیر متناہی کسکو نہایت باریک ہونیکو

وجہ عدم انتہا قرار دیتے ہیں اور لاانتہار تعداد سے انکار فرماتے ہیں کوئی آپ سے پوچھے لفظ نہایت تو خود انتہار اور نہایت پر دلالت کرتا ہے پھر عدم انتہا کہاں سے آگیا یہ کونسے لغت کی کتاب میں آپ نے دیکھا یا اپنا ایجاد بندہ ہے کتابوں میں تو کیوں ہوتا یہ آپ ہی کا طبعزاد ایجاد ہو تو ہو شعر

بفن نازگراں شوخ اجتہاد کنند + ہزار نکتہ باریک استر اد کنند +

آگے لالہ صاحب کچھ ہست نیست ہونے کی تحقیق میں اپنا جوہر حقیقت اور ہستی دکھلاتے ہیں۔ لالہ صاحب یہ جواب فرماتے ہیں کہ معترض نے یہ بات کہاں سے انند کی سوامی جیونے تو اس قسم کی بات کہیں بیان نہیں کی ارسکا جواب یہ ہے کہ پنڈت جی کو اتنی دور کی سوجھتی تو وہ بیان کرتے مگر ہاں جن صاحبوں کو مادہ کیطرف میلان ہوا ہے اونکا مبنی یہی قضیہ مذکورہ ہے سو اسکی مدافعت کے لئے معترض نے اتنا اور بڑھا دیا اور اس قسم کی پیش بندیوں کو مناظرہ میں دفع دخل مقدر کہتے ہیں مگر آپ کیا جانیں آپ تو اتنا جانتے ہیں کہ اجزار لا تتجزی اور سوار اونکے اور اشیار قدیمہ نہ ہست ہیں نہ نیست قربان جائیے اس تحقیق کے ارتفاع النقیضین کو محال سمجھا کرتے تھے آپ کے قلم توسن شیم نے ایک ہی گردش میں ممکن بنا دیا اور ارتفاع النقیضین ممکن ہوا تو پھر اجتماع النقیضین تو لازم ہی ہے سوا ان دو کے محال بالذات کوئی محال تھا ہی نہیں جو تھا وہ انہیں کے عوض اور تضمن سے تھا غرض استحالہ کا تو باب ہی گم ہوا اگر رہی تو اتنی بات محال رہی کہ لالہ صاحب محال و ممکن و واجب میں تمیز نہیں کر سکتے ؎

بجلی گری فغاں سے میری آسمان پر + جو سانحہ کبھی نہ ہوا تھا وہ اب ہوا +

آپ کی تحریر کی بدولت محال کا تو نام و نشان گم ہوا واجب کو صفحہ ہستی سے اوڑا دینا تھا ورنہ بے فکر ہو کر وجود سے لیکر عدم تک لوٹ مارنی تھی لالہ صاحب ہوش کی بنوائیے عقل کو سان پر دھروائیے حکیم بلدیو سہائے صاحب سے دماغ کا علاج کروائیے اور خدا کے لئے ان مباحث میں ٹانگ اڑا کر اپنی ٹانگ نہ تڑوائیے عدم اور وجود میں بمعنی مشہور کوئی واسطہ نہیں اور علت کا وجود بہ نسبت معلول قوی ہوتا ہے اور کیوں نہو وجود معلول فیض وجود علت ہوتا ہے اور مثل حرکت جالسان کشتی کہ وہ عین حرکت کشتی ہوتی ہے وجود معلول عین وجود علت ہوتا ہے پر اوسطرف سے قوی اسطرف سے ضعیف اور یہ فرق ایسا ہوتا ہے جیسا نور آفتاب میں نمایاں ہے یعنی آفتاب کیطرف تو شدید ہے، اور دوسری طرف ضعیف جوں جوں اوپر کیطرف جاؤ شدت ہوتی جاتی ہے اور جتنا اسطرف کو آؤ ضعف بڑھتا جاتا ہے بہر حال علت اول موجود ہے اور معلول

اوسکے بعد میں وہ علت فاعلی ہو یا علت مادی پھر مادہ کی ہستی سے انکار کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے وجود مادہ کی ضرورت معلول کو آپکے طور پر خدا سے بھی زیادہ ہے اسلیئے اوسکے وجود کو تو خدا کے وجود سے پہلے ماننا چاہیئے ورنہ یہ معنی ہوئے کہ جنکو تمنے ہست قرار دیا ہے وہ بھی ہست نہیں کیونکہ وہ معلول ہیں اور معلول کی ہستی پرتو ہستی علت ہوتی ہے اسصورت میں آپ کو اپنا وجود تھامنا مشکل پڑ جائیگا گھر والے ایسی سنیں گے تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے کسیکو کریا کا فکر ہوگا کسیکو سوگ کا سامان کرنا پڑیگا اوسوقت آپکی وہ یعنی لایعنی بھی دھری رہ جائیگی یعنی آپ کا یہ ارشاد بھی اور چونکہ غیر مخلوق چیز نہ ہست ہے نہ نیست یعنی نہ مخلوق ہے نہ فانی مثل صد آپکے معنی چاروںطرف اوڑتا پھریگا اور اگر آپ کے واسطہ وارونکی اس سے تسلی ہوگئی تو پھر ہم بھی آپ کے سر ہونگے کیا معنی آپکی یہ معنی مہمل اگر قبول بھی ہونگے تو بایں نظر قبول ہونگے کہ موافق ہر کسی را اصطلاحی دادہ ایم۔ آپکی ایک نئی اصطلاح ہے مگر کسیکی نئی اصطلاح کے باعث وہ مضامین عمدہ جو معنی مشہور ہست و نیست پر مبنی ہیں کیونکر لایق التفات نہ رہیں گے۔ لالہ صاحب اگر کوئی لایق اپنی بی بی کو اپنی اصطلاح میں اماں جان کہا کرے تو اور ونکا اما کو اما کہنا غلط نہیں ہو سکتا اگر غلط ہوگا اور اوسیکا کہنا ہوگا آپ کی اوس تفسیر مہمل پر جو آپنے بہ نسبت ہست و نیست رقم فرما کر لوگونکو ہنسایا ہے مجھکو ایک نقل یاد آئی کسی نے کسی سے پوچھا تھا تم نے گھوڑی بھی دیکھی ہے اوسنے کہا ہاں صاحب اوسکے ایسے دو سینگ ہوتے ہیں جیسے اونٹنی کے اوسنے کہا بجا آپنے بلاشبہ گھوڑی اور اونٹنی دونونکو دیکھا ہے سو ایسے ہی لالہ صاحب واقعی آپ ہست و نیست دونونکو جانتے ہیں پھر اسپر آپ فرماتے ہیں ہماری دانست میں معترض صاحب در اصل نیست اور ہست کو نہیں سمجھے الخ شعر ذوق الفت کی خبر نے سوز غم سے چشم تر + ناصح نادان پھر دیکھو ہمیں سمجھائے ہے + معترض کا یہ مطلب تھا کہ یہ تو مسلم کہ ہست نیست نہیں ہو سکتا اور نیست ہست نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ اتصاف الضد بالضد الاخر محال ہے مگر اسبات کو اس مطلب سے کیا علاقہ ورنہ شکل چراغ میں کیا فرماؤگے وہ بہرحال ذو شکل سے جدی چیز ہے پھر ہست و نیست کا اطلاق اوسپر ہوتا رہتا ہے اگر یہ ہستی و نیستی از قسم ہستی و نیستی ہے تو حدوث مخلوقات میں بھی یہی سہی اور اگر یہ ہستی و نیستی از قسم ہستی و نیستی نہیں تو حدوث مخلوقات کے بھی اسیطرح کوئی اور ہی ہے صورت سہی بہرحال اسوجہ سے مادہ ملتبانہ کا قائل ہونا

اپنا قصور فہم ہے ہاں اگر حقائق ممکنات و ماہیات حوادث کو از قسم عوارض و عرض قرار دیجے تو پھر البتہ بایں وجہ کہ ہر عارض کو معروض کی ضرورت بالضرورت ہے اور ہر عرض کو محل کی حاجت بدیہی ہے اسکی تلاش ضرور ہوگی کہ وہ معروض کیا چیز ہے مگر جس شخص کو اتنا معلوم ہوگا کہ حادث و ممکنات کے یہ معنی ہیں کہ وہ وجود میں آجائیں تو وہ خود سمجھ جائیگا کہ وہ معروض کیا ہی وجود ہے غرض کسی حادث کے موجود ہوجانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ وجود میں آجائے اور واجب کے موجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وجود اوسکی ذات سے صادر ہوا ہے اور ایسی بات ہے جیسے آنکھوں والے جانتے ہیں کہ زمین جو آفتاب سے منور ہوتی ہے تو وہ کیا منور ہوتی ہے اوسکی شکل منور ہوتی ہے مگر اوس شکل کے منور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ احاطہ نور اور وسعت نور میں آجائے چنانچہ ظاہر ہے اور آفتاب کے منور ہونے کے یہ معنی ہیں کہ نور اوس سے صادر ہوا ہے غرض مخلوقات کے موجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ احاطہ وجود میں آجائیں اور خدا کے موجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وجود اوس سے صادر ہو جیسے اشکال اجسام سوائے نور کسی اور چیز کے احاطہ میں آجانے سے منور نہیں ہوسکتی ایسے ہی ممکنات بھی سوائے وجود کسی اور چیز کے احاطہ میں آجانے سے موجود نہیں ہوسکتی اور چونکہ منور ہونیکی یہ کیفیت ہے کہ وہ اشکال جیسے مثلاً زمین آسمان کے ساتھ قائم نہیں ویسی ہی نور کے ساتھ لاحق اور اوسکو عارض ہوجائیں ایسے ہی خلق مخلوقات کی یہ کیفیت ہے کہ حقائق ممکنہ جیسے علم الہی کے ساتھ قائم نہیں ایسے ہی وجود خارجی کے ساتھ لاحق اور اوسکو عارض ہوجائیں یعنی احاطہ علمی سے احاطہ وجودی میں آجائیں اور جب احاطہ وجود میں آئیں تو تمام صفات کا احاطہ لازم ہے کیونکہ جہاں وجود ہے وہاں باقی صفات آپ ہیں چنانچہ ناظران اوراق پر یہ بات مخفی نرہیگی مگر یہ ہے تو پھر خدا کا محیط جملہ اشیا رہنا بھی مسلم اور اوسکی صورت بھی معلوم ہوجائیگی اور اس سے زیادہ بیان کیجے اور احاطہ ذاتی کو بھی آشکارا کیجے تو بوجہ ضرورت مقدمات کثیرہ دقیقہ طول زائد از ضرورت تو جدا ہوا اور وقت مضامین زیادہ موجب حیرت اسلئے یہاں تو اسی پر قناعت کرتا ہوں اور طالبان مزید تحقیق کو مکتوب دوم نمبر اول قاسم العلوم پر حوالہ کرکے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہر چہ باد اباد خلق مخلوقات کی یہ کیفیت ہے کہ علم سے وجود میں آجائیں اور یوں نہو تو اور کیا ہو ہم اپنے ارادہ سے کچھ چیز بناتے ہیں تو اول اوسکا نقشہ ہمارے ذہن میں ہوتا ہے خدا تعالی میں خوبی بجمیع الوجوہ مختار ہے اور جو کرتا ہے اپنے ارادہ سے کرتا ہے یہ بات کیونکر نہو گی مگر علم حصول صورت فی العقل کا نام ہے وہاں اگر رسائی ہے تو اشکال اور صورتہائے کو ہی ذوشکل کو نہیں اسلئے وجود میں بھی وہی اشکال ہونگی ذوشکل نہوگا ہاں یہ مسلم کہ ایک چیز کسیکی شکل ہو اور کسیکی ذوشکل مثلاً سطح جسم کے حق میں شکل ہی شکل کرہ مثلاً کیا ہوتی ہے وہ سطح مستدیر ہوتی ہے جو اوسکو محیط ہوتی ہے لیکن یہی سطوح خطوط کے حق میں ذوشکل ہوتی ہیں محیط دائرہ جو ایک خط ہی شکل سطح داخل دائرہ ہوتا ہے بالجملہ

جیسی سطح ذو شکل ہو کر پھر شکل ہے بجمیع الوجوہ ذو شکل نہیں ایسے ہی موجودات خارجیہ حادثہ میں سے اگر
بعض موجودات اپنی اشکال کے حق میں ذو شکل ہوں تو اس سے اونکا منجملہ اشکال ہونا غلط نہیں ہو سکتا او
بہ نسبت اشکال لاحقہ خود ذو شکل ہیں تو اور بھی کسیکی نہیں تو وجود کی نسبت تو خواہ مخواہ شکل ہی ہونگی ورنہ او
حدوث کی پھر کوئی صورت نہیں کیونکہ حدوث کے یہ معنی ہیں کہ وہ علم سے وجود میں آجائیں اور یہ بات کہ ایک
ایک ہو کر دو چیزوں کے ساتھ لاحق ہو بجز شکل یعنی حد فیما بین اور کسیکا کام نہیں محیط دائرہ جیسا سطح داخل کے سا
قائم اور لاحق اور عارض ہے ایسے ہی سطح خارج کے ساتھ بھی قائم اور لاحق اور عارض ہے شکل زمین یعنی او
سطح قریب الکرویہ جیسے اوسکے ساتھ قایم ہے ایسے ہی اوس نور منبسط کے ساتھ قائم اور اوسکے ساتھ عا
اور لاحق ہوتی ہے جو آفتاب سے فائض ہو کر فضائی عالم میں دور دور پھیلا ہوا ہے اسصورت میں علم ممکن
اور وجود ممکنات میں قالب اور مقلوب کا سا اتصال اور ارتباط ہوگا بہر حال حقائق ممکنہ اشکال عارضہ و
ہیں وجود بمنزلہ سطح یا جسم معروض ہے اور حقائق بمنزلہ سطوح و خطوط عارض مگر چونکہ ہمارا وجود والم قائم
بلکہ ایک زمانہ وہ تھا جو ہم پردہ عدم میں مستور تھے اور پھر ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ ہم اوسی پردہ میں مستور ہو
گے تو یہ ہمارا وجود محدود بین العدمین ایسا ہوگا جیسا نور زمین یا یوں کہو نور روز بین الظلمتین یعنے جیسے ہاں ا
ظلمت شب ماضیہ اور ایکطرف ظلمت شب آیندہ ہے ایسے ہی یہاں بھی دونوں طرف وہ عدم ہیں ایک عدم سا
ایک عدم لاحق جیسے وہاں بین الظلمتین آمد و شد و نور ہے ایسی ہی یہاں بین العدمین آمد و شد وجود ہے مگر جیسے و
اس آمد و شد نور سے ہر کسیکو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ نور زمین خانہ زاد زمین نہیں بلکہ کسیکی عطا اور داد ہے ایسے
آمد و شد سے اہل عقل کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وجود مخلوقات خانہ زاد مخلوقات نہیں کسیکی عطا اور داد ہے س
وہاں اسکے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ فیض آفتاب ہے جسکا نور اوسکے حق میں بظاہر خانہ زاد ہے یعنی کسی اور
سے مستفاد نہیں اور ہے تو جس سے مستفاد ہے اوسکے نور کو یا اوس سے آگے کسی اور کے نور کو اوسکا خانہ ز
پڑیگا ایسے ہی یہاں بھی یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ وجود اوسکا فیض ہے جسکا وجود اوسکے حق میں خانہ زاد
کون ہے خدا ہے غرض جیسے بہ نسبت نور زمین بوجہ آمد و شد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہو نہو کسیکی عطا ہے ایسے ہی بہ نس
مخلوقات بوجہ آمد و شد مذکورہ یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہو نہو عطاء غیر ہے اور کیوں نہو جیسے نور ہر چند معروض اش
منورہ ہے مگر پھر ایک صفت ہے اور صفت کوئی صفت کیوں نہو اوسکے لئے کوئی مصدر اور مخرج یعنی موص
بالذات چاہیئے فقط معروض کافی نہیں معروض میں جو کچہ ہوتا ہے وہ عطاء غیر اور فیض غیر ہوتا ہے اور ظاہر

غیر اور فیض غیر کیلئے وہ غیر اول چاہیے اسی بنا پر حکما متقدمین و متاخرین اور عقلا اولین و آخرین اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ ہر وصف بالعرض کیلئے کوئی موصوف بالذات چاہیے اور حکما اور عقلا تو درکنار ادنے عقل والے بھی اتنی بات سمجھتے ہیں اور کیونکر نہ سمجھیں یہ بہات کو کون نہیں سمجھتا ایسے ہی وجود ہر چند معروض حقائق ممکنہ ہے مگر پھر ایک صفت ہے اور صفت کوئی کیوں نہو اوسکے لیے کوئی مصدر اور مخرج یعنی موصوف بالذات چاہیے الغرض بالجملہ جیسے وہ نور جو معروض اشکال منورہ ہے اور بظاہر زمین وغیرہ ذو اشکال اشیاء پر عارض معلوم ہوتا ہے اصل میں کسی منور بالذات کے ساتھ قایم ہے وہ آفتاب ہو جیسے بظاہر معلوم ہوتا ہے یا کوئی اور ایسے ہی وہ وجود جو معروض حقائق ممکنہ ہے اور بظاہر ممکنات پر عارض معلوم ہوتا ہے اصل میں اوس موجود بالذات کے ساتھ قائم ہے جسکو خدا کہیے الحاصل معروض حقائق ممکنہ وہ وجود ہے جو ذات خداوندی سے ایسی نسبت رکھتا ہے جیسی نور منبسط مذکور ذات آفتاب سے یعنی جیسے آفتاب اپنے منور ہونے میں اس نور کا محتاج نہیں بلکہ وہ خود نور مجسم ہے اور یہ نور خود اوس سے صادر ہوا ہے اور اپنی نورانیت کی تحقیق میں اوسکا محتاج ہے ایسے ہی ذات خداوندی بھی اپنی تحقیق میں اوس وجود منبسط کی محتاج نہیں جو تمام حقائق کو محیط ہے اور جسکا ذکر چلا آتا ہے بلکہ وہ خود اصل وجود اور بذات خود موجود ہے اور یہ وجود بھی اپنی تحقیق میں اوسکا محتاج ہے اب یہ گذارش ہے کہ ارباب عقل سلیم تو ان مضامین سے انکار نہیں کرسکتے یہ مضامین خود اونکے دلنشین ہوجاتے ہیں ہاں تیرہ طبع کور عقل انکار نہ کریں تو اور کیا کریں وجہ انکار کی ایسے لوگونکو اور تو کچھ میسّر نہیں آتی بوجہ نادانی و نارسائی ذہن فرماتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ مخلوقات میں بھلے برے سب ہیں اگر وجود مذکور مادہ عالم ہو تو مخلوقات کی برائی سے وجود خداوندیکا برا ہونا لازم آئیگا اور اوسکے سبب خدا کو بھلا برا کہنا پڑیگا اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ برائی بوجہ علت ہے تو خدا کو علت فاعلی ہے تو مادہ علت مادی اسصورت میں وجود مذکور مادہ نہ سہی وہ ایک امر متباین ہوا مگر مادہ کو بہرحال علت مخلوقات کہنا پڑیگا اور وہی خرابی کی خرابی سر رہیگی اور اگر یہ برائی بوجہ مادیت عارض ہوگی تو حاصل اعتراض یہ ہوگا کہ ایک منزہ چیز جو برائیوں سے پاک ہے برائی کے مادہ ہونیکی وجہ سے بری ہوجائیگی خدا کی اور اوسکی صفات کی برائی اگر مسلم نہیں ہوسکتی تو اسیوجہ سے نہیں ہوسکتی کہ وہ اصل میں منزہ اور مقدس ہے مگر یہ ہے تو اوس آپکے مادہ ہی میں پہلے سے کیا ناپاکی تھی جو اوسکی نسبت یہ جرأت ہے غرض مادہ مباینہ بھی اصل سے برائی بھلائی سے برتر ہے وہاں بھی وہی بات لازم آتی ہے جو وجود مذکور کے مادہ ہوتے ہیں لازم آتی تھی اور تحقیقی بات پوچھو تو یہ ہے کہ فعل فاعل سے صادر ہوتا ہے اور مفعول مطلق فعل سے ظہور میں آتا ہے اور مفعول بہ ہوتا ہے تو اوسپر واقع ہوتا ہے بہرحال فاعل کیطرف سے

تاثیر ہوتی ہے اور نیچے کیطرف تاثر اولٹا ہو تو فاعل مفعول بنجائے اور مفعول فاعل ہوجائے سو قصہ
ہستی میں خدا فاعل ہے اور وجود مذکور ایک فعل بمعنی ما بہ الفعل اور مبدا فعل یعنی جیسے نور جو اصل میں مصدر
یعنی ایک فعل ہے اون شعاعوں کو کہتے ہیں جو مبدا تنویر اشیاء ہوتی ہے علی ہذا القیاس بصر جو اصل میں
ایک مصدر اور ایک فعل ہے اوس نور یا قوۃ کو کہتے ہیں جو مبدا ابصار مبصرات ہوتا ہے اسیطرح علم و فہم
جو اصل میں ایک مصدر ہے اوس قوۃ کو کہتے ہیں جو مبدا انکشاف معلومات ہوتی ہے ایسے ہی وجود
بھی جو اصل میں ایک مصدر ہے اوس جوہر کو کہتے ہیں جو مبدا موجودیت و ہستی موجودات ہوتا ہے غرض
ذات خداوندی قصہ ہستی میں فاعل ہے اور وجود مذکور فعل یعنی اثر اور حقائق ممکنہ مفعول مطلق ہیں جو
اصل مفعول ہوتا ہے کیونکہ مفعول بہ محل مفعول مطلق بلکہ آلہ مفعول مطلق ہوتا ہے چنانچہ مفعول بہ
میں جو بار جارہ ہے وہ استعانت کیلئے ہے اور بہ کی ضمیر اوس الف لام المفعول کیطرف راجع ہے جو ذات
مفعول بہ کیطرف مشیر ہے مثلاً آفتاب فاعل ہے اور نور منبسط فعل اور وہ شکل جو اوسکے باطن میں موافق
شکل زمین غیر منتقش ہوجاتی ہے مفعول مطلق اور خود زمین بلکہ وہ شکل جو اوسکی ساتھ قائم ہے مفعول بہ
مگر چونکہ شکل منتقش فی باطن النور مطابق شکل زمین بنتی ہے بلکہ اوسپر بنتی ہے تو خواہ مخواہ اہل عقل کے نزدیک
وہ آلہ مفعول مطلق مذکور ہوگا اسپر اور مفعولوں کو قیاس کر لیجیے مگر یہ ہی تو مفعول مطلق کی تاثیر فعل مذکور
میں بنجائیگی اور فعل کی تاثیر فاعل میں بنجائیگی خود مفعول مطلق تو دور رہا غرض مخلوقات کی بھلائی
برائی وجود مذکور تک بھی نہیں پہونچ سکتی ذات خداوندی تو در کنار اور موٹی مثال درکار ہو تو لیجیے
نور آفتاب پاخانہ پیشاب سب پر پڑتا ہے اونکو منور کردیتا ہے اور آپ اون کے سبب سے ناپاک نہیں ہو
علم خداوندی اور علم غیر خدا حسن و قبیح سب پر واقع ہوتا ہے مگر معلومات قبیحہ کے سبب علم
اور عالم قبیح نہیں ہوجاتے نور آفتاب اچھی بری شکلوں پر واقع ہوتا ہے اور اونکو روشن کرتا
ہے اور اونکے قبح کے باعث خود قبیح نہیں ہوجاتا جب نور آفتاب میں یہ بات ہے تو وجود میں کیوں نہ
ہوگی کیونکہ ماوراء وجود اور سب وجود سے نیچے کے درجہ میں ہیں کیونکہ وجود سے اوپر اور وجود کی برابر
کوئی چیز نہیں اور ظاہر ہے کہ نیچے کے درجہ کی چیزیں اکثر اگر من وجہ فاعل ہیں تو من وجہ مفعول بھی
ہیں اور اوپر کی چیزوں خاص کر وجود میں جہت فاعلیت ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا بجمیع الوجوہ
فاعل ہے اور سوائے اعتبار مفہومات انتزاعیہ اور کسی طرح وہ مفعول نہیں یعنی معبود محبوب وغیرہ

اوسکو کہلو مگر سب جانتے ہیں کہ عبادت و محبت میں مثلاً کوئی تاثیر اوسکی ذات میں واقع نہیں ہوتی اور یہاں ایسے
فاعلیت و مفعولیت کا ذکر ہے جسمیں فاعل کا اثر مفعول پر واقع ہو اب یہ گذارش ہے کہ مادہ عالم پرمانو ہوتے
حدوث مخلوقات کو یوں تعبیر کیا کرتے کہ فلانی چیز پرمانو میں آگئی اور یوں نہ کہا کرتے کہ وجود میں آگئی بلکہ
خود پرمانو اگر فرض کرو ہوں تو وجود میں اگر مادہ اجسام بنتے ہیں غرض جا اگر مادہ ہیں تو مادہ اولی نہیں مادہ اولی کے
وجود ہے یہی وجہ ہے کہ محققان اہل اسلام اوسکو ہیولی اولی کہتے ہیں جن ظاہر پرستوں کو عقل رسا عنایت
نہیں ہوئی وہ اوس تک نہیں پہونچتے اور اشارات محاورات طبعی کو نہیں سمجھتے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ علم طبعی
جوہر کسیکی طبیعت میں مرکوز ہے کہ حدوث مخلوقات یہ ہے کہ وجود میں آجائیں چنانچہ اسی قسم کے الفاظ سے
اس مضمون کو تعبیر کرتے ہیں درحقیقت ایک امر الہامی ہے چنانچہ بعد تنقیح اخیر اہل عقل خود سمجھ گئے ہونگے
گو ہمارے لالہ صاحب اب بھی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہیں گے اور کیونکر نہ کہیں گے ابتک جو کہی ہے چشم بد دور
ایسی ہی کہی ہے دیکھئے یہ بھی بے سری آپ ہی الاپتے ہیں کہ یہ بات معترض صاحب کی کہ جو ہست ہے
وہ ہی قدیم ہے بالکل غلط ہے ؎ یہ اوسیکے لب و دنداں نے دکھایا ورنہ ٭ لعل سے سلک گہر نکلے نہ دیکھا
ہوگا ٭ لالہ صاحب یہ مضمون تو دیکھا تھا نہ سنا تھا آپ ہی نے سنایا اور سوا آپکے اور کوئی سنائی تو کیونکر سنائی
آپ عربی میں طاق فارسی میں پاس سنسکرت آپ کی خانہ زاد انگریزی آپکی لونڈی کی جنی پھر آپ سے
کوئی مضمون چھوٹے تو کیونکر چھوٹے معترض بیچارہ ابھی اسی خیال میں تھا کہ ہست و نیست میں تناقض ہے
ان دونوں کا اجتماع محال ہے اسلئے ہست پر نیست عارض ہو تو کیونکر ہو مگر اوسکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ سب
باتیں پرانی ہوگئیں علوم قدیمہ ردی ہوگئے اب وہ دوربینیں ایجاد ہوئی ہیں کہ محالات سے باریک
باتیں جو اور وں کے ذہنوں میں نہ آتی تھیں آشکارا نظر آنے لگیں پھر جنکو دوربین کی بھی ضرورت نہو
بلکہ اونکا ذہن خود ایک دوربین غلط ہو جیسے ہمارے لالہ صاحب اونکے تو کیا کہنے اسوقت بجز اس مصرعہ کے
اور کیا عرض کروں ٭ پالا پڑا ہے ہمکو خدا کس بلا کے ساتھ ٭ آگے لالہ صاحب اپنے اسی خیال محال کی
بنا پر اپنی بے تکی فرماتے فرماتے کیا فرماتے ہیں جبتک کہ پرمانو کو قدیم نہ مانا جائیگا تب تک پیدائش دنیا بھی ممکن نہیں
ہوسکتی نہ کوئی ثابت کرسکتا ہے نہ کرسکا اور نہ کرسکیگا کیونکہ جو غیر ممکن ہے وہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا اس ارشاد میں اور تو جو
کچھ تھا سو تھا پر ایک بات میں لالہ صاحب بہت سچے ہیں میرے نزدیک اپنے آپکو مستثنی کرلینا تھا آخر آپنے ایک محال کو بھی
ممکن بنایا اور ونکا حال خدا جانے ہاں کوئی اتنا بھی تو نہیں جو آپکو سمجھائے کہ مہاراج آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں شبدیز قلم

کوکیوں تہکاتے ہیں آپکے ان مضامین عالیہ کو کون سمجھیگا ابتک لوگ اسی خیال میں ہیں کہ وجود اور مصدر وجو
یعنی ذات باریتعالی اور مقتضیات وجود یعنی کمالات باریتعالی کا قدم تو ضروری ہے کیونکہ بنا ضرورت قدم اسمائ
پر ہے کہ عروض عدم نہو سکے سو ایسی چیز جسپر عروض عدم نہو سکے سوا وجود اور مصدر وجود اور صادرات من الوجو
اور کونسی چیز ہو سکتی ہے وجود کا حال تو خود ظاہر ہے کہ وہ نقیض اور ضد عدم ہے ایک کا عروض دوسرے پر ہو تو
اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین لازم آئے باقی رہا مصدر وجود اور صادر من الوجود اوسکی وجہ یہ ہے کہ مصدر او
صادر میں تفاوت شدت و ضعف ہوتا ہے اور اسیوجہ سے القاب و اسماء جدے جدے ہوجاتے ہیں ورنہ اصل حقیقت
میں اشتراک اور اتحاد ہوتا ہے چنانچہ پہلے اسکی طرف اشارہ کر آیا ہوں ان تینوں کے سوا جو چیز صفحہ ہستی
پر آئیگی اوسکے یہ معنی ہونگے کہ عین وجود تو نہیں پر وجود اوسپر یا وہ وجود پر عارض ہے کیونکہ دو مفہوم متبا
میں جو اتصاف ہوتا ہے تو بوجہ عروض باہمی ہوا کرتا ہے اوسکے لیے سوائے عروض اور کوئی صورت نہیں مثلاً زمین
اور نور اور آب اور حرارت انمیں جو اتصاف ہوتا ہے تو بوجہ عروض ہوتا ہے زمین پر نور عارض ہوتا ہے تو
اتصاف زمین بالنور حاصل ہوتا ہے اور آب پر حرارت عارض ہوتی ہے تو اتصاف آب بحرارت حاصل ہو
ہے بوجہ تباین باہمی یوں نہیں کہہ سکتے کہ ایک دوسرے سے صادر ہوا ہے ایک دوسرے پر عارض نہیں کیونکہ یہ ہو تو حقیقت
میں تباین نہ ہے وجہ اسکی وہی ہے کہ صادر و مصدر میں فقط فرق شدت و ضعف ہوتا ہے اصل میں شریک ہوتی ہیں
بلکہ ایک دوسرے میں مندرج اور مندمج ہوتے ہیں مرتبہ ظہور میں یہ فرق مصدر و صادر پیدا ہوتا ہے یوں سمجھ
میں نہ آئے تو چراغ کو کسی ظرف میں رکھکر دیکھو لو وہ تمام شعاعیں جو دور دور پھیلی ہوئی تھیں رکاوٹ معلو
کے باعث لوٹ کر شعلہ چراغ میں سما جاتے ہیں اور اگر فرض کرو کوئی ایسی چیز ہاتھ آئی جو منزلہ قالب شعلہ چراغ پر مطابق
آجائے پھر فرض کرو شعلہ چراغ گل بھی نہو تو سب جانتے ہیں کہ شعاعیں بالکل شعلہ چراغ میں محو و متلاشی ہو کر سما
جائینگی اس تداخل سے صاف نمایاں ہے کہ یہ فرق شعلہ و شعاع مرتبہ ظہور و صدور میں ہے ورنہ اصل میں وہی شعلہ چراغ ہے او
کچھ نہیں الحاصل سوائے حقائق ثلثہ مذکورہ جو قبل مرتبہ صدور وہ سب ایک تھیں اور جو کچھ صفحہ ہستی پر نمایاں ہوتا ہے وہ
بوجہ عروض نمایاں ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ عروض بین الامور المنفصلہ ہوتا ہے اور جہاں پہلے انفصال
تھا وہاں بعد میں بھی انفصال ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ زمین سے نور علاحدہ ہو سکتا ہے آب سے حرارت علاحدہ ہو سکتی
ہے پر جہاں اول سے اتصال ہوتا ہے یا اتحاد ہوتا ہے وہاں انفصال محال ہے یہی وجہ ہے کہ نور شعاع اور نور شعلہ
اور شعلہ سے منفصل نہیں ہو سکتا علی ہذا القیاس شعلہ اور شعاع میں انفصال محال ہے اب یہ گذارش ہے کہ خدا

تبائن مادہ جناب تو قابل انکار ہی نہیں اسصورت میں یا تو وہ دوسرا خدا پایا اوس سے صادر ہوگا اسصورت میں توحید تو
گاؤخورد ہوتی ہے اور معترض کا کہنا راست ہوتا ہے کہ پنڈت جی کی توحید بدتر از بت پرستی بت پرستان و تثلیث نصاریٰ
ہے اور یا یوں کہئے خدا تو نہیں پر معروض وجود صادر یا اوس پر عارض ہے اسصورت میں قدم کی کوئی صورت نہیں
بن پڑتی بلکہ یہ لازم ہے کہ اول انفصال ہو اور وجود سے اول انفصال ہوگا تو وہی عدم ہوگا اور جب اول میں
انفصال نکلا تو بعد اتصال ہی انفصال ممکن ہوگا غرض عدم سابق تو ضروری ہے او رعدم لاحق ممکن ہاں وجود کو
کو مادہ اور ہیولیٰ عالم کہئے تو کچھ خرابی نہیں آتی بلکہ ساری خرابیاں مندفع ہوجاتی ہیں چنانچہ بقدر ضرورت
عرض کر آیا ہوں اب فرمائے کہ نازیبا کون کرتا ہے پھر ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ قیامت سے ورے تو اس اعتراض
کا جواب کیا دینگے قیامت سے پرے بھی آپ سے اعتراض معروض کا جواب نہیں آسکتا اور مسلمانوں نے
آپکے پنڈت جی کے اس سوال کا جواب کہ خدا نے دنیا کو کاہے سے پیدا کیا جسکو آپکے پنڈت جی کو ناز
تھا ہی آپ کو اون سے سن سنا کر ناز کی سو بھی چاندا پور میں ایسا دیا تھا کہ منشی کنہیا پرشاد نے جو وہ بھی
مثل منشی پیارے لال بانی میلہ سمجھے جاتے تھے بے اختیار یہ کہا کہ جواب تو یہ ہوا ہے اور اب بھی ہم نے بقدر
ضرورت عرض کر دیا گو آپ اب بھی بکمال حیا موافق مثل مشہور دروغ گویم بر روئے تو مثل جواب چاندا پور اس
جواب کی نسبت بھی کہیں اور جا کر انکار فرماویں مگر موافق مشہور + دروغی را جزا باشد دروغے + اسکے
جواب میں ہم بجز اسکے اور کیا کہیں کہ بولنا تو درکنار مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریر سنتے ہی پنڈت جی ایسے
پتا توڑ بھاگے کہ ڈھونڈتے ہی رہ گئے مگر کہیں پتا نہ لگا باقی اتنی بات تو آپ کو بھی معلوم ہو گئی کہ جہاں
مولوی محمد قاسم صاحب پہونچے اور پنڈت جی نے بغلیں جھانکنی شروع کیں یوں پنڈت جی اور آپ
باتیں بنائے جاؤ ہ کیسی گلی رقیب کی کیا طعن اقربا + تیرا ہی جی بچا ہے تو باتیں ہزار ہیں + لالہ صاحب
شرائط بیہودہ کی آڑ میں مونہہ چھپانا چھپا نہیں رہتا آپ کہانتک چھپائینگے سمجھنے والے اوسیوقت
سمجھ گئے تھے کہ پنڈت جی خوبصورتی سے انکار کرتے ہیں لالہ صاحب آپ پنڈت جی کے چیلے ہیں
اون سے سنکر باور نکرو تو کیا کرو جب گرو ہی ٹھیرے تو جھوٹی بھی ماننی پڑے گی مگر سننے والے دیکھنے والوں
کی آنکھوں میں خاک نہیں ڈالا کرتے یہ آپ ہی میں کمال دیکھا کہ چاندا پور شاید خواب میں بھی نہ دیکھا ہو
اور ہم وہاں اول سے آخر تک موجود رہے پھر آپ اپنی کہیں اور ہماری نہ سنیں لالہ صاحب آپ پنڈت
جی کی باتوں پر نہ جائیں وہ اگر ایسی نکما کریں تو آپ سی موٹی ڈھڑیاں اونکے ادھر کیوں کر آیا کریں ہم ایک جہاندیدہ کہنہ سال

ہیں چاندا پور سے پہلے کبھی مولوی محمد قاسم صاحب اونکو پالا نہ پڑا تھا اسلیئے وہاں نہ دس آدمیونکی قید
تھی نہ مجمع عام سے انکار نہ فساد کا اندیشہ تھا نہ غل کا کھٹکا نہ تحریر کی ضرورت تھی نہ گوشۂ تنہائی کی حاجت وہاں
کے مجمع عام کی رسوائی دیکھکر یہ سوجھی کہ یوں سر بازار کیوں فضیحت ہو جیسے گوشۂ تنہائی اور دس آدمی ہونگے
تو جتنے اونکے کہنے والے ہونگے اتنے ہی میرے مجمع عام ہوگا تو حقیقت الحال چھپی رہیگی پھر جب لفظ لفظ لکھا
جائیگا تو اونکی طلاقت لسانی اور میری کوتہ بیانی برابر ہو جائیگی آئندہ اہل اسلام سے بوجہ تہیدستی یہ امید ہی
نہیں کہ روئداد مباحثہ کو چھاپیں ورنہ چاندا پور کی کیفیت اور رورکی کا واقعہ ہی کیوں آجتک یوں پڑا رہتا
مثل واقعہ میلہ چاندا پور ہم جو چاہیں گے چھپوا دینگے اور خوار ہونگے جب شرح رد ہو جائیں گے اسلیئے کہیں فساد کھٹکا
زبان پر آتا تھا کہیں شہرت غلط کا اندیشہ بیان ہوتا تھا غرض ایک بہانہ ہو تو کہوں مگر آفریں ہے اونکے چیلوں
کی خوش فہمی پر کہ اسپر بھی تہ کی بات نہیں سمجھتے کیسکو یہ بھی ہوش نہ آیا کہ سرکاری عملداری اور انتظام
سرکاری ایسا نہیں کہ کوئی فساد کر سکے فرمانروا لاہور اور بادشاہ لکھنؤ اور راجای بڑودہ اور کابل
تو سرکار سے مونہہ ملا ہی نہ سکیں فساد کرینگے تو کون مولوی محمد قاسم صاحب جو مطبعونکی مزدوریاں کرکر اپنا
پیٹ پالیں علاوہ بریں اگر فساد ہوتا تو اول تو مولوی محمد قاسم اور اونکے ہوا خواہ گرفتار ہوتے پنڈت
جی کو اتنا ہی کافی تھا کہ ہمتو پہلے ہی کہیں تھے اور ہندوؤں پر اطمینان اور مسلمانوں سے بدگمانی جو مونہہ چڑھے
ہندؤنکی بدولت سرکار کے دلمیں نقش ہے کام آتی۔ علاوہ بریں آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔
اگر مباحثہ کی جی میں تھی تو کیوں ڈرتے تھے آجتک سیکڑوں مباحثہ ہوئے کہیں فساد نہوا فساد ہوتا تو چاندا پور
میں ہوتا جہانکی بات کی حکام کو خبر بھی ہوتی تو دیر ہوتی یہاں مجمع حکام عمدہ انتظام دو کوتوالیاں کنسٹبل
بکثرت رسالہ پلٹن رجمن لال کرتی موجود اسپر بھی پنڈت جی کو خوف ہوا تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ پنڈت جی سرکار کو کچھ
سمجھتے ہی نہیں معہذا فساد کا دفعہ وہ تھا کہ پنڈت جی مجمع عام میں جی کھولکر مسلمانوں پر اعتراض کرتے تھے
وقت وعظ اگر کسی کی تردید کیجئے تو یہ معنی ہوئے ہو کہ معترض قطعاً دوسرے کی بات کو برا کہتا ہے اور وقت مناظرہ اعتراض
ہو تو طلب تحقیق پر محمول ہوتا ہے چنانچہ لفظ مناظرہ خود شاہد ہے مگر وقت وعظ تو مجمع عام میں اعتراض
ہوں اور دس کی قید ہو نہیں کی پر مناظرہ کا نام آیا تو یہ شرط ہونے لگی کہ دس سے زیادہ آدمی نہوں
سچ پوچھو تو یہ سب بہانے تھے اور اصل جان چرانی تھی پھر لفظ لفظ کی تحریر مباحثہ زبانی میں اسکو
ہٹ دھرمی نہیں کہتے تو اور کیا کہتے ہیں پنڈت جی کی جو بات دیکھی نرالی ہی دیکھی اس سے زیادہ

اور کسطرح اعلان ہو سکتا ہے کہ مجمع عام میں ایک بات ظاہر ہو جائے تحریروں سے فقط اگر شہرت
ہوا کرتی تو کتابی باتیں سب عام خاص کو معلوم ہوا کریں ہاں جو باتیں مجمعوں میں ہوئی ہیں اگرچہ پرانی ہیں
جب آجتک نئی ہیں رستم اور حاتم اور سکندر اور مجنوں کے افسانے آجتک زبان زد خاص و عام ہیں مگر
جہاں بولنے میں بھی اوتنی دیر لگتی ہو جتنی لکھنے میں وہ طلیق اللسان لوگوں سے برابر پڑیں تو بے تحریر کیونکر پڑیں
الحاصل اصل وجہ یہ ہے یوں پردہ داری کیلئے جتنی باتیں بناؤ بجا ہے اگر اسپر بھی یقین نہو تو آپ پنڈت جی سے
کہدیکھئے ہزار منتیں کروگے تب بھی مباحثہ کیطرح مباحثہ پر مولوی محمد قاسم صاحب کے مقابلہ میں آمادہ ہو جائیں تو ہم
جھوٹے تم سچے لالہ صاحب اگر آپ آن فریبوں سے آگاہ ہوتے تو پنڈت جی کے نام کا کتا بھی پالتے مگر
تمہاری قسمت اونکے نصیب اور کسیکے کہے سے کیا ہوتا ہے لالہ صاحب آخر واقعات مطبوعہ ہی پر مدار تصدیق ہے
تب تو خیر ورنہ کوئی تین سال سے کچھ کم و بیش ہوئے ہونگے کہ واقعی حال چاندا پور کا ہمارے احباب کے پاس موجود ہے علی ہذا
القیاس روڑکی میں جو کچھ اعتراض قبل رونق افروزی جناب مولوی محمد قاسم صاحب مجمع عام میں پنڈت
جی نے کئے تھے اور اونکے جواب بعد فرار پنڈت صاحب و انقطاع امید مباحثہ جو مولوی صاحب ممدوح نے مجمع
میں سنائی تھی وہ سب لکھے لکھائے مدت سے رکھے ہوئے ہیں یہاں تو بوجہ تہیدستی نہ چھپ سکے نہ چھپنے کی امید
اگر آپ چھاپ دیں تو نفع نقصان سب آپکا رہا بلکہ ایک رسالہ میں اگر آپ اپنی واہیات اور ایک میں ہمارے خیالات
چھاپ دیا کریں تو آپکے اس رسالہ ماہوار کا جواب بھی ہمارے سر رہا اسصورت میں آپکی اس رسالہ کی خریداری
بھی بڑھ جائیگی اور نفع بھی قرار واقعی ہوگا خیر یہ تو ہولی لالہ صاحب کے رسالہ کی باتیں کیجئے ہمیں تو لالہ صاحب
یہہ فرماتے ہیں کہ مادہ کی تعریف نہ بتلائی جسکا مطلب موافق المعنی فی بطن الشاعر ہے کہ مصداق کیا ہے اور آپ
تصریحات وید کی نسبت جن سے بطلان قدم مادہ آشکارا تھا وہ آل تبال گاتے ہیں کہ کیا کہئے کوئی لالہ صاحب سے اتنا
کہنے والا بھی نہیں کہ موافق قواعد مناظرہ ہمارے ذمہ تعیین مادہ کب تھی معترض کا کام ابطال مطلب مدعی ہوتا ہے
بیان اصل حقیقت نہیں ہوتا ہاں آپنے عقیدہ قدم مادہ سے توبہ کی ہوتی اور ہمسے استفسار محل حوادث فرماتے
تو ایک بات بھی تھی البتہ معتقدان وید کی ذمہ اگر وہ مادہ قدیمہ کے بھی قائل ہوں تو یہ بات ضرور ہے کہ تصریحات
مذکورہ کا جواب دیں مگر یہ عجب چال ہے کہ اعتراض کے جواب کا تو پتہ نہیں اور معترض سے استفسار اصل حال ہے یہ بات بعد
سکوت مدعی و اعتراف غلطی دعویٰ زیبا ہے لڑو بھی اور استفادہ بھی اسکے کیا معنی خیر ہمنے تو بے ضرورت بھی بتلا دیا
اور آپنے ضرورت پڑ ٹالم ٹول ہی بتلائی اور جواب کے نام ایک حرف بھی نہ لکھا اگر لکھتے تو کیا لکھتے کچھ لکھ سکتے ہوں تو

تو لکھیں یہ تو پستا نسخہ ہے کہ جس امر کا جواب بن نہ آئے اوسکو اوڑھا یا ٹال دیا کہیں الفاظ پر گرفت کی کہیں پنڈت
چتر بھوج کو دو چار سنائیں کہیں کہا تو کیا کہ منتر کی شمار اور ادہیا کی تعیین کرتے تو ہم جانتے کہ پرمان ٹھیک دیا ہے
اب آپ کہئے کہ ٹیلا نا ہے یا کیا ہے قرآن کے مضامین پر اعتراض کریں تو سورۃ کا پتا نہ رکوع کی شمار اور ادھر اعتراض
ہو تو یہ ارشاد حالانکہ بقدر ضرورت ہمنے پتا بھی بتلا دیا مگر آپ واقف ہی نہوں تو کوئی کیا کرے مگر یہ عذر جواب پھر بھی
نہیں فقط پرمان کے ٹھیک ہونیکی نسبت دلمیں معترف ہو جانیکا ذکر ہے سچ یوں ہے کہ یہاں جان بن پر ایسی بنی کہ تین پانچ کی
بھی گنجایش نرہی واقعی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے سنئے لالہ صاحب جسکو کچھ وید سے مناسبت ہوتی ہے تو وہ عرض
مضامین ہی سے سمجھ جاتا ہے کہ یہ بات فلانے مقام میں ہے دیکھو ہم تمہارے کہتے ہی سمجھ گئے کہ قرآنکی فلانی فلانی
آیات میں یہ مضامین ہیں ہاں یوں کہئے آپکو بروے وید حقیقت عقیدہ باطلہ کھل گئی اور یہ شرم اوتارنے کی باتیں
کرتے لفظ غلط لکھیں ہیں رک کو رکہ لکھ دیا اور انہرو کو اتھربن اول تو آپ ہی آپ کے پنڈت جی بھی سنسکرت
میں ایسے ماہر نہیں کہ الفاظ صحیحہ کو غلط سے پہچان سکیں اگر آپ کو یقین نہو تو گرفت[1] صاحب وغیرہ زبان دانان سنسکرت
کی شہادت اخبار تحفہ کشمیر میں ملاحظہ کرلیں ہاں پنڈت چتر بھوج جنکو بروے مذہب ہم پنڈت دیانند کے ہموزن
سمجھتے ہیں زبان دانی میں پنڈت دیانند سے فائق ہوں تو عجب نہیں اونکی باتیں ویدکے ان ترجموں سے ملتی رہتی ہیں
جنکے مترجم قدیم زمانہ کے بڑے بڑے زبان دان پنڈت تھے اور اگر یوں کہئے کہ ایسے ایسے الفاظ کی تحقیق کیلئے کچھ بہت زبان
دانی کی ضرورت نہیں اول تو تلفظ اسما میں بہت کچھ تفاوت ہو جاتا ہے مگر فہم مطالب میں مضر نہیں ہوتا انگریز
کو دیکھو یوسف کو جوزف داؤد کو ڈاوڈ ہند کو انڈیا روپیہ کو روپی ہندوستانی ممبر کو لمبر لارڈ کو لاٹھ گورنمنٹ
کو گورمنٹ کہتے ہیں اور کوئی اسکو منجملہ عیوب نہیں سمجھتا بلکہ موافق غلط العام فصیح اسکو فصیح سمجھتے ہیں اور ہمنے
ہمنے غلط ہی کہا جب آپ مطلب سمجھ گئے تو پھر جواب سے جان چرانے کے کیا معنی علاوہ بریں ہمپر تو یہ طعن کہ بسلم سر غلط
اور اپنی خبر نہیں ہم اگر الفاظ سنسکرت میں غلطی کھائیں تو عجب نہیں نہ یہ زبان مروج نہ کچھ اسکے سیکھنے کی ضرورت مگر
آپ کہئے ہندوستان میں جنم لیا اردو میں اتدن بات کلام پھر اوسپر اون الفاظ مشہورہ کی اصل کی خبر نہیں جو
زبان زد اطفال ہیں۔ شروع کو شروعات اناث کو اناس معدوم کو محدوم لال کو لعل لکھتے ہیں اور کلمہ نکو شکبر
کہتے ہیں تشلی کو خجالت کیطرف مضاف کرتے ہیں جسمیں سے بجائے لال لعل لکھنے سے تو یہ ظاہر ہے کہ آپ اپنے نام کی

[1] گریفت صاحب اول بنارس کالج کے پرنسپل تھے اور اب سررشتہ تعلیم کے ڈائرکٹر ہیں مقام قیام بریلی ہے سنسکرت میں اتنی مہارت ہے کہ بنارس
کے برہمن اونکے بدن کو تبرکاً ہاتھ لگایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ تم کوئی دیوتا یا اوتار ہو ۱۲

حقیقت سے بھی آگاہ نہیں شعر ذوق رندان بادہ نوش کو زاہد پھیر تو + غیروں کی تجکو کیا پڑی اپنی نبیڑ تو + لالہ صاحب
سنئے معترض نے جو کچھ لکھا ہے سوط اللہ الجبار سے لکھا ہے کسی پنڈت سے پوچھکر نہیں لکھا جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ
کسی بیوقوف پنڈت سے الخ آپ ایکدو کو بیوقوف کہتے ہیں ہمارے نزدیک سبھی پنڈت ایک سے ہیں باقی رہا سوط
اللہ الجبار کا ماخذ مصنف سوط اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اون ترجموں کے ذریعہ سے لکھا ہے جو قدیم زمانے میں بڑے
بڑے پنڈتوں نے کیئے تھے اونکی لیاقت کو آپ ور آپکے گرو تو کیا آجکل کے بڑے بڑے فاضل بھی زبان سنسکرت کے
نہیں پہونچتے اونکو اگر آپکے زمانہ کے منوسپل پولیس کے قانون کی خبر ہوئے مرکاشفہ ہوگئی ہو اور اوس میں ترجمہ کرنیکا
اتفاق ہوا ہو اور اسلیئے کچھ کا کچھ لکھا گیا ہو تو کیا بعید ہے سچ یوں ہے کہ نہ آپ ویدوں سے واقف نہ اونکے متعلق امور کے
آپکو خبر جواب نہیں آتا تو یوں ہی امن چھوڑ آئے ہو ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کاتب کی غلطی سے کچھ کا کچھ لکھا گیا ہو مگر آپ کیسے آپ
نے اُردو کی ٹانگ توڑی اور منشی اور مصنف بن بیٹھے اور پھر وہ وہ الفاظ اور محاورات نامعقول بولے کہ زبان دانان
اُردو تو ہنستے ہنستے لوٹ جائیں تو دور نہیں اسمیں بھی کیا سہو کاتب ہی تھا سچ یوں ہے کہ آپکے مناسب شان تو یہ مصرعہ ہے
خود غلط مطلب غلط انشا غلط املا غلط + اسکے بعد آپ پھر اپنے خواب پریشان میں بڑبڑاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ طریقہ
نجات آپکے مذہب یا اور مذاہب میں ہے یا ہی نہیں اسکے سچ جھوٹ کی کیفیت چاندا پور کے مباحثہ سے بخوبی ثابت ہوتی
ہے دیکھیئے کہ مکتی کو سوامی جیو نے کیسے عمدہ طریقہ سے بیان کیا ہے انتہی لالہ صاحب بھی کہاں کہاں چھلانگے مارتے ہیں
کوئی آپسے پوچھے یہ کس مناسبت پر واہیات گذشتہ میں اور ناگفتہ بہ پیوند لگایا لالہ صاحب نے تو بھنگ کھائے ہوش میں آیئے کہیں
آپکے سننے اور ہیں تو کیسی شنو آپکے اور پنڈت جی کے جھوٹ سچ کی کیفیت چاندا پور جانیوالونکو معلوم ہو تو ہو افسوس اوس کیفیت
کے نہ چھپنے نے جو اہل اسلام نے مرتب کی تھی یہ نوبت پہونچائی جو آپ اپنے مونہہ میاں متھو بن بیٹھے لالہ صاحب ہمکو اس
تو تو میں میں سے کام نہ تھا مگر بقول شخصیکہ دروغ گو را تا بدر دروازہ باید رسانید ہمنے تو آپ کی لبیں لی اور مولوی محمد قاسم
صاحب نے پنڈت جی کو میرٹھ سے بھگا کر کہیں کا کہیں پہونچایا غرض جس چال آپ چلتے ہیں ہم بھی ساتھ
ہی پیچھے چلے آتے ہیں ؎ ہم وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہم ہیں + میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوئیں +
یہانتک تو آپ اپنے اعتراض معترض کے متعلق کچھ اوبلتے جاتے تھے اسکے بعد آپ میدان مناظرہ سے بھاگ
ہوس تو ہیں قرآن میں خاک پھانکتے ہیں اول تو کسی اوت کے پتھر کے دو قطعے لکھے جنکے دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا
ہے کہ ہاں اسکے کہنے والیکو چھوٹا تو کہاں نصیب البتہ شاعران فارسی کا فضلہ میسر آیا ہے یہی وجہ ہے کہ مصنف
نے جنکی قی چاٹ کر لالہ صاحب کی زبان بھی تیزیوں پر آئی ہے مثل مریضان ایلاوس کبھی کبھی کا کھایا اوگل دیا

ناظران اوراق کو معلوم ہوگا کہ ہمنے ابتک وید کو برا کہا ہے نہ پیشوایان دین ہنود کو برا کہا ہے اور جو برا کہیں تو کیوں
کہیں یہ کام وہ کیا کرتے ہیں جنکو جواب نہ آئے پر لالہ صاحب یوں سمجھکر کہ اہل اسلام سے پالا جیتنا اگر متصور
ہے تو یوں متصور ہے کہ اونکے قرآن اور پیشوایان دین و ایمان کو برا کہیئے وہ غیظ و غضب میں آجائینگے
اور ہم بہ بہانہ اندیشہ فساد مفت چھوٹ جائیں گے یہ طرز اختیار کی اور پہلے ہی بار وہ موہنہ آئے کہ بواسیر
دہن کہیئے تو بجا ہے خیر ہمسے اور تو کچھ ہو نہیں سکتا پیشوایونکو برا کہیئے تو اونکا کیا قصور اور پھر یہ بھی
خیال کہ شاید اپنے زمانہ کے بزرگ ہوں اور جو کچھ حرکات ناشایستہ اونکی طرف منسوب ہیں عجب نہیں غلطی
تاریخ ہو اور اونکے ویدوں کو برا کہیئے تو کیا ضرورت اور پھر یہ احتمال کہ شاید کوئی مضمون الہامی ہو
اور شرک وغیرہ امور باطلہ کی تعلیم جو اوس میں درج ہے کیا عجب ہے از قسم تحریف ہو ہاں ایک حکایت
اور چند اشعار عرض کرتا ہوں ایک کپتے بنانیوالا اتفاق سے عطر فروشوں کے بازار سے گذرا کچے چمڑے
کی بو کا خوگردہ تھا خوشبو کا متحمل نہو سکا غش کھا کر گر پڑا اوروں نے گرمی وغیرہ کے احتمال پر لخلخہ سونگھانا
شروع کیا مگر وہاں بجاے افاقہ موافق مصرعہ - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ٭ اور غش پر غش آنے لگے
اوسکے بھائی کو اس افسانہ کی خبر ہوئی اوس علاج مخالف کو سنکر گھبرایا اور تھوڑا سا بلی کا گہہ ہاتھ میں دبا کر
دوڑا اور پاس آکر یہ کہا کہ سب صاحب علاحدہ ہو جائیں وہ ادھر ادھر ہوے اس نے وہ بلی کا گہہ اوسکی ناک پر رکھ
بوے مطبوع پہونچتے ہی مریض کو ہوش اور بھائی کی جان میں جان آگئی غرض جیسے اوس دماغ کو عطر سے غش
اور بلی کے گوہ سے ہوش آئے اوسیسے تکلیف اس سے راحت ہوئی ایسے ہی گندہ طبعوں اور کج عقلونکو قرآن
شریف اور اوسکے مضامین سے نفرت اور کدورت اور اون مضامین باطلہ سے جو بلی کے گہہ سے بھی بدتر
ہیں رغبت اور فرحت ہوتی ہے قرآن شریف میں بھی شاید اسی کی طرف اشارہ ہے جو یہ ارشاد فرمایا یضل بہ
کثیرا و یہدی بہ کثیرا - اب کچھ اشعار بھی سنلیجیے **مثنوی** عقل صورت پرست قوم ہنود ٭ چوں شد از دود شرک
کور و کبود ٭ ابلہی چند محو نادانی ٭ بیخبر از جمال پنہانی ٭ بہ نشستند از رہ طغیاں ٭ کعبہ از سنگ خارہ و قرآن ٭
پارہ پارہ است این چہ آئین ست ٭ این چنیں طعن شاں بریں دین ست ٭ با چناں عقل تیرہ ساز جہاں
عزم اطفاء نور حق در جاں ٭ عقل کجباز و تیرہ باز بدل ٭ ہوس آنکہ حق شود باطل ٭ آنچناں عزم و آنچنیں
ساماں ٭ تف بریں دعوی و دلیل شاں ٭ گل بود بہر بلبل بے تاب ٭ خار در چشم زاغ خانہ خراب ٭
شب پرہ را نزا با آفتاب چہ کار ٭ چہ شمد عطر کرمک گہہ خوار ٭ کرم بول و براز نادانی ٭ کے رسد تا بلطف قرآنی ٭

عقل پاکیزہ گر بیابی خبر ٭ حسن سیپارہ باز خود بنگر ٭ تا نشد چاک چاک دامن گل ٭ نشگفتہ چو گل دل بلبل ٭
نگہتش دلکش زمانہ نبود ٭ خندہ و ناز دلبرانہ نبود ٭ نگہت و ناز و حسن پنہانش ٭ ہمہ سر زو ز چاک داماںش ٭
کعبہ را سنگ خانہ میدانی ٭ صاحب خانہ را نمیدانی ٭ کعبہ ای زخدای خود غافل ٭ جلوہ گاہ خداے امانت جمیل ٭
دل بود گوشت پارہ در سینہ ٭ پارہ آہن اصل آئینہ ٭ لقمہ بیش نیست مضغہ دل ٭ آئینہ تیرہ ہمچو روے خجل ٭
لیک دل است یک نہانخانہ ٭ آئینہ راست خفیہ کاشانہ ٭ ہمچنیں کعبہ پیش اہل نظر ٭ بہر نور خدا است خوش منظر ٭
ذرہ و یک جہاں بداماں ٭ شبنم و دور برابر نیسانی ٭ سایہ و آفتاب در آغوش ٭ قطرہ و ہمچو بحر جوش و خروش ٭
اسکے بعد یہ گذارش ہے کہ ہوس مناظرہ تھی تو مبحث سے بھاگنا نہ تھا ایک بات کہیں طے ہو لیتی تو آگے چلتے قواعد
دانانِ مناظرہ کے نزدیک ایک مبحث کو چھوڑ کر دوسرے مبحث میں جانا ایسا ہے جیسا میدان جنگ سے بھاگ کر
دوسرے میدان میں چلے جانا مگر جیسے بھاگنے والونکا تعاقب ضروری ہے ایسے ہی ہمکو بھی آپکا پیچھا لینا واجب ہے
اسلئے اول تو حسب حال یہ گذارش ہے۔ چلے ہو نکلکر بغل سے کہاں تم ٭ نکلنے تو دو دل کے ارمان ہمارے ٭
پھر یہ عرض ہے کہ ہدایت المسلمین والا اور اوسکی تے چاٹنے والے فصاحت و بلاغت کو جانتے تو زبان کو مونہہ
سے باہر نہ نکالتے دلی میرٹھ لاہور امرتسر کی چماروں سے بونٹ خریدلنے کے وقت گٹ پٹ کرلینے سے فضیلت
کی پگڑی نہیں بندہجاتی لالہ صاحب فصاحت و بلاغت کی تمیز سوائے اہل اسلام خداوند عالم نے اور کسیکو عنایت
نہیں کی مطول سے مطول کتاب اسی علم کی شرح و بسط میں ہے حالانکہ اوسمیں بھی اس بحر ناپیدا کنار کا ایک قطرہ
ہی ہے ہند و ایران و توران یا انگلستان و جرمن و فرانس میں بھی کہیں اس قسم کی کتاب ہے اُردو فارسی
کی تو آپ بھی ٹانگ توڑنے کو موجود ہیں بتلائیے تو سہی ان دو زبانوں کے اندر اس قسم کی کتاب کونسی ہے
متاخرین نے اگر کچھ لکھا ہے تو عربی ہی کی کتابوں کی خوشہ چینی کی ہے اسپر ہدایت المسلمین والے نے جو
یہ بدزبانی کی تو کہئیے نادانی ہے کہ نہیں اور خیر اوسنے تو شرم کو اوتار غیرت کو بغل میں مار مونہہ میں جو آیا
سو کہدیا لالہ صاحب تم نے اور امرت سر والوں نے اس باب میں قلم اوٹھایا تو کس حوصلہ پر اوٹھایا تم
بیچارہ کیا جانو فصاحت و بلاغت کسکو کہتے ہیں اردو لکھنے کی تمیز نہیں اور قرآن کی فصاحت و بلاغت
میں گفتگو۔ رہیں جھونپڑوں میں اور خواب دیکھیں محلوں کی مگر ہاں اندھوں میں کانے راجا دھوتی پرشادوں
میں آپ بھی عالم بے بدل ہیں فصاحت و بلاغت کی تعریف کی تو کیا کی کہیں بیاری لگنے کا نام فصاحت
و بلاغت ہے کہیں مضمون بندی کی طرف اشارہ ہے سبحان اللہ کیا کہنے ٭ مونہہ تو دیکھو لکھے یاقوت رقم سخن آرا یا

کوئی آپ سے پوچھے مضمون کسکا نام ہے اگر مافی الضمیر کو مضمون کہتے ہیں تو کودن سا کودن بھی اظہار مافی الضمیر پر قادر ہے اگر یہ ہے تو ایسے لوگ بھی فصیح و بلیغ ہونے چاہئیں مگر ایسوں کو آپ کے سوا اور آپ کے ہم مشربوں کے کون فصیح و بلیغ کہدے گا اور اگر کوئی خاص مضمون مرکوز خاطر ہے تو اوس کا کیا پتا اور کیا نشان ہے اور اگر عمدہ مضمون مراد ہے تو اول تو عمدگی کی بھی کوئی حد نہیں دوسرے بوجہ اختلاف مذاق ہر کسیکو جدی قسم کا مضمون بھاتا ہے اور پیارے لگنے پر مدار کار ہے اور سکرٹری صاحب کا یہ قول ہے کہ اپنی ہی زبان پیاری لگتی ہے تو یوں کہو آپ کے نزدیک اور نیز ایسے ہی ناواقفوں کے نزدیک زبان سنسکرت بھی غیر فصیح ہے افسوس بحث کے لئے تیار اور اصل بحث سے آگاہ نہیں۔ لڑنے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں + صاحبو فصاحت اور چیز ہے اور بلاغت اور چیز ہے اور ان اوصاف کو کسی زبان سے اختصاص نہیں ان دونوں وصفوں کی تعریف اور تعیین اور اجمال اور تفصیل کے لئے ایک دفتر طولانی چاہیئے کیونکہ یہ بحث طویل الذیل ان اوراق کو اوس سے کیا نسبت مگر دو باتیں مناسب مقام سمجھکر عرض کرتا ہوں الفاظ لباس معانی ہیں اور لباس کا حال معلوم ہے کہ سبھی قسم کا ہوتا ہے موزوں و مطابق اور غیر موزوں و غیر مطابق پھر اوسپر لباس میں فرق قسم جدا ہوتا ہے اور فرق بالائی جدا یعنی کوئی اگر کہہ مثلاً تنزیب کا ہے کوئی نین سکھ کا یہ فرق تو فرق ذاتی ہے اور فرق قسم اور ادہر کسی اگر کہہ پر بیل بوٹا سنجاف وغیرہ ہوتا ہے کسی پر نہیں ہوتا یہ فرق بالائی ہے اسکے بعد یہہ گذارش ہے کہ بلاغت حسن انطباق کا نام ہے اور فصاحت حسن ذاتی کو کہتے ہیں اور حسن بالائے کمالات بدیعی میں داخل ہے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو ناظران خوش فہم کو یہ بات خود معلوم ہو گئی ہوگی کہ مضمون بندی یعنی ایجاد مضمون اور چیز ہے اور فصاحت و بلاغت اور چیز ہے غرض کلام فصیح و بلیغ نہ فقط مضامین کا نام ہے نہ خاص مضامین عمدہ کو کہتے ہیں علےٰ ہذا القیاس کلام فصیح و بلیغ نہ فقط الفاظ کا نام ہے بلکہ انطباق مذکور پر اول نظر ہوگی ورنہ الفاظ لباس معانی نہ رہیں گے اگر انطباق تام ہے تو بلاغت بھی بدرجہ کمال ہے پھر اوسکے بعد حسن الفاظ بھی ہے اور وہ بھی اول درجہ میں تو فصاحت بھی کمال کے درجہ کو ہوگی مگر چونکہ انطباق ایک نسبت باہمی ہے اور نسبت بہ نسبت اطراف نسبت خفی ہوتی ہے تو علم انطباق بہ نسبت علم معانی و علم الفاظ خفی ہوگا پھر اگر معانی بھی خفی ہیں تو انطباق اور بھی خفی ہوگا اور اسوجہ سے جیسے بسا اوقات اتحاد معانی کا وہم ہوگا ایسے ہی ترادف

الفاظ کا بھی گمان ہوگا ایک موٹی مثال عرض کرتا ہے حسن و جمال کی حقیقت اور عشق و محبت کی ماہیت اسیوجہ سے اکثر ایک سمجھی جاتی ہے علی ہذا القیاس الفاظ مذکورہ بھی اسیوجہ سے اکثر کم فہموں کے نزدیک مترادف ہیں مگر حقیقت شناسان معانی نہ حسن و جمال کو ایک سمجھتے ہیں نہ ان دونوں لفظوں کو مترادف قرار دیتے ہیں اور نہ عشق و محبت کو وہ ایک خیال کرتے ہیں اور نہ ان دونوں لفظوں کو مترادف سمجھتے ہیں جمال کو ایک صفت قائم بالجمیل قرار دیتے ہیں چنانچہ مادہ جیم میم لام جس سے ایک لفظ جملہ بھی مشتق ہے اسبات کا رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ جمال وہ صفت ہے جو تمام اعضاء متناسبہ کے ایسی طرح ملنے سے پیدا ہو کہ علاوہ اون نسبتوں کے جو باعتبار مقدار آپسمیں ہونی چاہئیں وہ نسبتیں بھی ہاتھ سے نجائیں جو بحیثیت اوضاع باہمی مطلوب ہیں یعنی جو مقام جس کے مناسب ہے اوس مقام میں رہے تبدل مقامات نہونے پائے اور حسن اوس صفت مفعولی کا نام ہے جو اوروں کی اطلاع اور ادراک سے صاحب جمال کو حاصل ہوتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حسن اوروں کو اچھے معلوم ہونے کا نام ہے چنانچہ محاورات عربیہ مثل استحسنہ و حسن عندہ وغیرہ اسپر شاہد ہیں مگر یہ ہے تو پھر حسن و جمال ایک ہو سکتے ہیں اور نہ لفظ حسن و جمال مترادف بلکہ حسن و جمال پر متفرع ہوگا اور اگر ادراک مدرک میں اعوجاج اور طبیعت مدرک سلیم نہیں تو پھر یہی ہو سکتا ہے کہ جمال ہو اور حسن نہو اور حسن ہو اور جمال نہو علی ہذا القیاس محبت اوس کیفیت کا نام ہے جو بعد استحسان اشیاء کسیکے دل میں جم جائے اور چونکہ تمام افعال اختیاریہ بعد خواہش صادر ہوتے ہیں اسلیئے جس سے ارادہ متعلق ہو اوسکو مراد کہتے ہیں اور خواہش و رغبت محبت سے پیدا ہوتی ہے تو وہ کیفیت محبت تمام حرکات و سکنات و احوال و انقلابات کیلئے بمنزلۂ تخم ہوگی جسکو عربی میں حبہ کہتے ہیں غرض حبہ اور محبت کا تقارب مادی اسپر شاہد ہے کہ محبت فقط اوس کیفیت مشار الیہا کا نام ہے اور عشق اوس نتیجہ محبت کو کہتے ہیں جو بوجہ ناکامی پیش آتا ہے چنانچہ عشق جو ایک چیز از قسم نباتات ہے اور اپنے گرد و پیش کی اشیاء کو لپٹ جاتی ہے اور سکھا دیتی ہے اسیوجہ سے فارسی اردو والے اوسکو عشق پیچاں کہتے ہیں اوسکا عشق سے تقارب مادی اسپر دال ہے کہ باہم کچھ تشارک ہے سو وہ تشارک یہی ہے کہ وہ کیفیت مذکورہ تمام روح کو اور جسم کو محیط ہو جاتی ہے تو اوسکو مضمحل اور اوسکو زرد اور لاغر کردیتی ہے القصہ مشتی نمونہ خرواری یہ الفاظ کثیر الاستعمال مگر پھر بھی شاذ و نادر کوئی ماہر و فہیم ہوگا جو ان فرقوں سے آشنا ہو بلکہ بلا تکلف ایک کو دوسرے کے مقام میں استعمال کرتے ہیں حالانکہ محبت کو عشق لازم تک بھی نہیں چہ جائیکہ اتحاد حقیقت ہو ہاں عشق کو محبت کا ہونا ضرور ہے اہل فہم کے نزدیک ایسے لوگ ہرگز فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتے ہاں جیسے ٹاٹ سے گاڑھا کہیں بہتر ہے گو وہ خوبی نہو جو لٹھہ نین سکھ تنزیب میں ہوتی ہے ایسے ہی اون لوگوں کی عبارتیں جو اپنے زمانے

میں فصیح و بلیغ کہلاتے ہیں اور ونکی عبارت سے بہتر ہو مگر جیسے خوش آوازونکی آواز کی خوبی ایک امر طبعی اور خلقی
ہوتا ہے کمال علمی نہیں ہوتا ایسے ہی بے علم انطباق خوبی عبارت کمالات علمی میں معدود نہیں ہو سکتی بلکہ جیسے
ادائے مضمون ور اظہار مافی الضمیر کے وقت خوش آواز آدمیونکی آواز کی خوبی بے اختیار ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی
خوش بیان لوگوں یعنی اون صاحبوں کے موہنہ سے جنکو تصنیف عبارت میں ایسا ملکہ ہو جیسا خوش آوازونکو گانے میں
ایسی طرح عمدہ عبارۃ موہنہ سے نکلجاتی ہے جیسے خوش آوازونکے موہنہ سے صوت خوش الحان مگر جیسے اوس خوش
آواز کا گانا جو علم موسیقی نلے واقف ہو گو خوش معلوم ہو مگر واقفان علم موسیقی کو پسند نہیں آتا ایسے ہی خوش بیان
آدمی کا بیان جو علم انطباق سے بے بہرہ ہو گو خوش معلوم ہو مگر واقفان رموز انطباق مذکور کو پسند نہیں آسکتا
سو اکثر بلکہ تمام شاعران مشاق اور نازان طاق اسی قسم کے ہوئے ہیں اور اگر کسیکو دو چار الفاظ و معانی میں وہ
تمیز فی الجملہ حاصل بھی ہوئی تو کیا ہوا خود مواقع تمیز کا انطباق تام و عدم انطباق معلوم نہیں ہوتا اور مواقع
تو درکنار یہ علم بوجہ اتم اوسکو میسر آئی جسکو اول احاطہ جملہ معلومات ہو دوسرے اور نہیں تو کسی ایک زبان کے جملہ
الفاظ پر محیط ہو تیسرے حقائق جملہ اشیاء اوسکے نزدیک ایسی طرح متمیز ہوں جیسے آنکھوں والونکے سامنے دائرہ مثلث
مربع مخمس وغیرہ چوتھی وضع کلی و جزئی و وضع اجمالی و تفصیلی الفاظ سے مطلع ہو وضع کلی و اجمالی تو یہ کہ ہیئت اجتماعی
حروف ہجا کو جو الفاظ میں ہوتی ہے اور ہیئت اجتماعی نسب و اضافات کو جو معانی میں ہوتی ہے جیسے واضع نے
باہم مقابل یکدیگر رکھا ہوا وسکو پورا پورا جانتا ہو یہ نہو کہ بوجہ تلازم معانی جو اکثر ایک حقیقت یعنی ہیئت اجتماعی
نسب و اضافات مشار الیہ کو دوسرے سے ہوتا ہے ایک حقیقت کی جگہ دوسری کو موضوع لہ اور مقابل ہیئت
اجتماعی حروف ہجا سمجھ بیٹھے اور وضع جزئی و تفصیلی یہ ہے کہ خود حروف ہجا کے مسقط اشارہ اور مصداق اور
مدلول کو پہچانے اردو فارسی میں تو اسما اور افعال میں حروف ہجا کے مقابل کچھ معلوم نہیں ہوتا البتہ حروف میں
جہاں کوئی حرف منجملہ حروف ہجا ایک حرف مفرد ہے جیسے ب ما یا با دمیں با ر مرکب نہیں جیسے از وغیرہ وہاں یہ
کہہ سکتے ہیں کہ اس حرف کے مقابل میں فلانی حقیقت ہے اور بظاہر اور زبانوں کا بھی یہی حال معلوم
ہوتا ہے اسلئے کہ حروف ہجا کی حقائق سے کسی اور زبان میں تعرض مسموع نہیں ہوا البتہ عربی میں حروف
ہجا کے مقابل حقائق بسیط اضافات معلوم ہوتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ اسما و افعال مجردہ عربیہ کم سے کم
ثلاثی یعنی سہ حرفی ہوتے ہیں اسپر یہ دیکھا جاتا ہے کہ فا اور عین میں یعنی اول اور دویم حرف میں مثلاً اشتراک
ہے اور لام یعنی حرف آخر میں اختلاف ہے تو معانی میں اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً شرف اور شرر

اور شر و اور شرع کو جو دیکھا جاتا ہے تو سب میں بلندی اور حرکت کا مضمون ملحوظ ہے اور باایںہمہ ہر ایک ایک جدے مضمون پر بھی دال ہے شرف کو سب جانتے ہیں کہ بلندی مراتب پر پہونچ جانے کو کہتے ہیں اور شرر شعلہ کا نام ہے جسکا کام یہی ہے کہ اوپر کو رہ یا نیچے اوپر ہی کو رہتا ہے اور شار واوسکو کہتے ہیں جو اوچھلتا ہوا بھاگ جائے اور شرع اوس اونچی سڑک یعنی راہ سیر و سفر کو کہتے ہیں جو دور سے نظر آئے غرض جیسے حروف میں اشتراک شین و را ہتھا ویسے ہی معانی میں بھی دو اضافتیں ہیں ایک تو بلندی دوسری حرکت جو درحقیقت ایک سے انفصال و بعد اور دوسرے سے اتصال اور قرب ہے جو بالبداہت از قسم اضافات ہیں کیونکہ بے اطراف اونکا تحقق ممکن نہ بے اطراف ونکا تعقل متصور اور جیسے حروف آخر میں اختلاف ہے ویسے ہی مدلولات خاصہ میں تباین اور تغایر ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیشک زبان عربی میں حروف ہجا بمقابلہ حقائق بسیط اضافات ہیں اور اسوجہ سے اس زبانکو اور زبانوں پر شرف ہے اور حسن ذاتی الفاظ جسکا ذکر اوپر آچکا ہے وہ اگر متصور ہے تو اسی زبان میں متصور ہے جسکی وجہ سے یوں دعوی کر سکتے ہیں کہ گو بلاغت اور زبانوں میں بھی متصور ہے پر فصاحت اصلی سوائے زبان عربی اور کسی زبان میں متصور نہیں کیونکہ حسن الفاظ بایںمعنی کہ عناصر معانی مفردہ پر حروف الفاظ مفردہ پورے منطبق ہیں وہیں ممکن ہے جہاں حروف ہجا موضوع ہوں مہمل نہوں البتہ ایک حسن الفاظ بوجہ کثرت استعمال ہے جو ایسی طرح باعث انس و محبت ہو جاتا ہے جیسے صحبت باہمی و پرورش یہانتک کہ باوجود منافرت طبعی اسوجہ سے انسان اور حیوان باہم مانوس ہو جاتے ہیں اس قسم کی محبوبیت اور زبانوں کے الفاظ میں بھی ہوتی ہے اور اسوجہ سے اگر الفاظ کثیر الاستعمال کو الفاظ حسنہ کہیں تو بجا ہے کیونکہ مآل حسن و محبوبیت ایک ہے بلکہ دونوں ایک ہی ہیں چنانچہ گذارش سابقہ سے اہل فہم نے سمجھ لیا ہوگا اس تقریر سے یہ بھی سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کہ عرب کو عرب اور عجم کو عجم کیوں کہتے ہیں یعنی اعراب اظہار کا نام ہے اور اعجام اوسکی ضد ہے چونکہ عربی میں حروف ہجا کے مقابل بھی حقائق موضوع لہا ہیں اور اور زبانوں میں یہ بات نہیں تو عربی میں اظہار معانی بوجہ اتم ہے اور باقی زبانوں میں یہ بات نہیں اور چونکہ افصاح میں اظہار ہے تو فصاحت تامہ سوائے زبان عربی ممکن نہیں اور اسوجہ سے بلاغت تامہ بھی جسکا حاصل انطباق مضامین جزئیہ اور الفاظ جملہ کے مقابلہ ہو گا سوائے عربی ممکن نہیں کیونکہ فصاحت بلاغت کیلئے بمنزلہ عنصر اور جزء مرکب ہے یہی وجہ ہوئی کہ کلام خدا کیلئے یہ زبان تجویز کی گئی ہاں خدا کی کتابیں مثل توراۃ و انجیل اور زبانوں میں بھی نازل ہوئیں مگر ظاہر ہے کہ کسیکی کوئی کتاب ہو تو یہ لازم نہیں کہ اوسکی کلام بھی

ہو کیونکہ عربی زبان میں کتاب خط کو کہتے ہیں اور خط اور نوشتے بھی لکھوا سکتے ہیں سو اگر مضمون الہامی ہو اور عبارت
ملائکہ ہو یا فرض کرو عبارت انبیاء ہو جیسے اہل کتاب کا بہ نسبت توراۃ و انجیل خیال ہے تو توراۃ و انجیل کتاب اللہ تو ہونگی
پر کلام اللہ نہونگی اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں توراۃ و انجیل کا ذکر ہے وہاں اونکو کتاب اللہ کہا ہے کلام اللہ نہیں کہا اور
ایک آدھ جا سوائے قرآن اور کلام کو اگر کلام اللہ کہا ہے تو وہاں نہ توراۃ کا ذکر ہے نہ انجیل کا بلکہ بدلالت قرآن اوس کلام خدا کا ذکر
معلوم ہوتا ہے جو ہمراہیان موسیٰ علیہ السلام نے سنی تھی اور پھر یہ کہا تھا کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ یعنی فقط کلام سنکر ایمان
نہ لائیں گے خدا کو دیکھ لیں گے تو ایمان لائیں گے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اور کتابوں کے اعجاز بلاغت و فصاحت کا دعویٰ نہیں کیا گیا
خدا کی کلام ہوتی تو وہ بھی معجز ہوتی کیونکہ ایک آدمی کے کلام کا ایک انداز ہوتا ہے چنانچہ مشاہدہ عبارات مصنفین سے ظاہر ہے پھر
تو خدا ہے جب ہر آدمی کے کلام کا ایک جدا انداز ہو باوجودیکہ اوسکی کسی بات کو قرار و دوام نہیں بلکہ ہمیشہ بوجہ انقلاب احوال
ایک انقلاب رہتا ہے تو خدای قدیم وحدہ لاشریک لہ کے کلام جسکی ذات و صفات تک تغیر و انقلاب کو رسائی
نہیں کیونکہ ایک انداز پر نہ رہیگی الحاصل زبان عربی میں جسقدر فصاحت و بلاغت ممکن ہے اوسقدر اور زبانوں میں ممکن
نہیں مگر یہ مرتبہ بادا بادیہ کمال ہر کسیکو میسر نہیں آسکتا اول درجہ میں تو اسکا مستحق خداوند جل جلالہ ہے کیونکہ اوسکا ع
محیط ایسا نہیں جو کوئی بات اوس سے چھوٹی ہو حقائق واجبہ سے لیکر حقائق ممتنعہ اور حقائق ممکنہ تک سب اوسکو من و عن
معلوم اور ہر حروف ہجا سے لیکر مواد ترکیبی تک سب اوسکی پیش نظر اور اونکی مدلولات اصلیہ سے اوسکو خبر اسلئے ہر حقیقت
پورا پورا لباس الفاظ اور خلعت کلام اوسکی طرف سے عطا ہو سکتا ہے بلکہ مرتبہ کلام نفسی خداوندی میں ہو چکا کیونکہ اوسکا علم
سب بالفعل ہے کوئی حالت منتظرہ کسی باب میں نہیں جو کسی علم کو اوسکی نسبت بالقوہ کہیئے ہاں سوائے قرآن شریف
اور خدا کے کلام اور کلمات کی ہمکو اطلاع نہیں اسکی طرف آیہ - ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من
بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ ان اللہ عزیز حکیم - میں اشارہ ہے جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روے زمین کے درخت
کے قلم بنجائیں اور دریا سمندر بلکہ سات ایسے ہی ایسے اور دریا سیاہی بنیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں یعنی اوس
کلام پاک جو اوسکے تمام علوم پر دلالت کرے پوری نہوں بیشک اللہ بڑا غالب حکیم ہے اور بعد خداوند علیم و حکیم
مرتبہ بمرتبہ بلند پروازان اوج حقیقت اور شہبازان لطائف معرفت اس دولت بے بہا سے بہرہ ور ہوئے ہیں
اور یہ وہ کمال ہے کہ کوئی کمال اوس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا وجہ اسکی یہ ہے کہ کمالات کی دو قسمیں ہیں ایک
کمالات علمیہ یہ کمالات تو قوۃ علمیہ سے متعلق ہیں دوسرے کمالات عملیہ یہ کمالات قوۃ عملیہ سے مربوط ہیں
اور ظاہر ہے کہ قوۃ عملیہ یعنی وہ صفات و اخلاق جو مصدر اعمال ہوتے ہیں اپنی کارگذاری میں اشارہ قوت علم

کے منظر ہیں ارادہ وقدرت ہے علم بیکار ہیں سخاوت شجاعت ظہور اعمال سخاوت وشجاعت میں علم موقع شجاعت وسخاوت کے محتاج چنانچہ بقدر ضرورت اسکی تحقیق بطور مشتے نمونہ خروارے اوراق گذشتہ میں ہو چکی اسلئے کمالات عملیہ تمامہا کمالات علمیہ سے نیچے ہونگے پھر کمالات علمیہ میں سے بھی علم انطباق مذکور سب علوم سے ایسی طرح دقیق اور اعلیٰ جیسے علم حساب و ہندسہ سب علوم میں جلی اور ادنے علم حساب و ہندسہ کا ادنے ہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ اوسکے قواعد پر اعتراض نہیں ہوتا اسباب میں وہ اور بدیہات شریک یکدیگر ہیں اور علم انطباق کے اعلیٰ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ اول تو تمام علوم کو محیط آخر ہر علم کی معلومات کو بیان کی حاجت اور بیان کو علم انطباق کی ضرورت اسلئے اول تو علم انطباق کیلئے تمام علوم کی معلومات کی فہم کی لیاقت چاہئے اور ظاہر ہے کہ یہ کیسی دشوار بات ہے دوسرے پھر انطباق وعدم انطباق کی تمیز درکار اور ظاہر ہے کہ یہ اوس سے بھی دشوار کیونکہ حقائق واجبہ ہوں یا ممکنہ سوائے ذات مقدس جناب باری سب از قسم اضافت ہیں صفات کا حال خود معلوم ہے اونکا تعقل فاعل ومفعول کے تعقل پر موقوف اگر فرق ہے تو اتنا ہے کہ صفات مطلقہ تو جنکو افعال متعدیہ سے تعبیر کرتے ہیں فاعل اور مفعول دونوں کی طرف بقدر ضرورت ذاتی مائل ہیں اور صفات لازمہ فقط فاعل یا مفعول کیطرف متوجہ اور راجع ہوتے ہیں گو دوسرے کے ساتھ جو علاقہ تھا اصل میں بدستور ہو یعنی ہر صفت متعدیہ کو فاعل ومفعول دونوں سے ارتباط ہوتا ہے اون دونوں ارتباطوں میں سے فقط ایک کو مخبر عنہ اور مبحوث عنہ قرار دیں تو الفاظ میں فقط اوسیکی طرف دلالت ہونے چاہئے جیسے ضاربیت ومضروبیت مگر اصل میں ضرب کو ان دونوں صورتوں میں بھی دونوں سے بدستور علاقہ باقی رہتا ہے اور اضافت ہونے سے جسکے یہ معنی ہیں کہ تحقق وتعقل میں اپنی دو طرفوں کا محتاج ہو لازم ہو کر نکل نہیں جاتا یہ تو اوس صورت میں ہے جبکہ صفات جناب باری کو معطل نکمئے اور اپنے اپنے مفعولوں سے متعلق سمجھئے اور اگر متعلق ہونے سے قطع نظر کیجے بلکہ اوس درجہ کو لیجے جو بمنزلہ قوت باصرہ ہو مبطرت سے متعلق ہو کہ نہو تو اس صورت میں احتیاج الی ذات الباری تو بدستور ہے ہاں ضرورت مفعول میں بظاہر کلام ہے مگر جب اس بات کو دیکھئے کہ ذات باری مصدر اور مبدا حرکت صدور وخروج ہے اور مفعولات صفات منتہی اور مضر اور محل ہوتے ہیں اور منتہی مقصود حرکت ومتحرک ہوا کرتا ہے تو پھر صفت میں خواہش مفعول ذاتی اور طبعی ہوگی گو وہ خواہش اسی قسم کی ہو جیسے سخی کو بضرورت اعطار فقیر کی ضرورت ہوتی ہے یعنی جیسے سخی فقیر سے کچھ حاصل نہیں کرتا بلکہ

حاصل کروا دیتا ہے ایسے ہی صفات کاملہ کو اپنے مفعولات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اونکو پرتو وصفا
ایسی طرح حاصل ہو جاتا ہے جیسے پرتو شعاع آفتاب جو صفت صادرہ من الشمس ہے زمین کو حاصل ہو جا
ہے لیکن ہر چہ بادا باد وہ خواہش ذاتی ذات سے کہاں الگ ہو ذات صفات کے ساتھ وہ خواہش بھی و
تعقل وادراک پیش نظر رہیگی اور اسوجہ سے مفعول مطلق کے تعقل کی ضرورت بطور اجمال ہر دم رہیگی غرض کسی ط
سے دیکھو اضافی ہونا صفات کا کسی طرح محل تامل نہیں اسمیں صفت وجود ہو یا صفات باقیہ امہات صفا
یعنی اصول ہوں یا صفات باقیہ جو اونہیں کے اجتماع سے پیدا ہو جاتی ہیں جیسے رحمت مثلاً علم اور تکوین او
سے ملکر حاصل ہو جاتی ہے علی ہذا القیاس غضب وغیرہ کو خیال فرمائیے مگر جب صفات باری کا یہ حال ہے
حقائق ممکنہ میں یہ بات کیوں نہوگی ممکن پرتو وجود باریتعالیٰ شانہ ہے اور علم ممکن پرتو علم باریتعالیٰ شا
وجہ اسکی یہ ہے کہ اور صفات تو وجود کو لازم اور اوس سے صادر وجود آئے تو وہ صفات آئیں وجود جائے تو وہ جا
چنانچہ پہلے بقدر ضرورت یہ بحث معروض ہو چکی ہے اور خود وجود ممکنات کا یہ حال کہ بالعرض یعنی مثل دھوپ جو زم
میں پرتو شعاع آفتاب ور آفتاب سے مستعار ہے ایک پرتو وجود خدا اور خدا سے مستعار عین خدا نہیں پر خدا سے ای
جدا بھی نہیں کہ خدا سے کیفیت استغنا اور انفصال ممکن ہو مگر جب وجود ممکنات پرتو وجود خداوندی ہوا اور وہ وجو
خداوندی جسکا یہ پرتو ہے ایک صفت اور ایک امر اضافی تو پھر وجود ممکن میں استغنا اور استقلال کہاں جو یو
کہئے وہ اضافی نہیں علاوہ بریں مخلوقات بتمامہا مفعول مطلق وجود وغیرہ صفات ہیں چنانچہ اسیوجہ سے ا
لفظ مخلوق سے تعبیر کرتے ہیں جیسے خدا کو لفظ خالق سے تعبیر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مفعول مطلق صفت
یعنی مبدا فعل اور مفعول بہ کے بیچ میں ایک حد اور اضافت ہوتا ہے مثال درکار ہے تو یہی دھوپ کافی ہے
شعاع صفت فاعل اور مبدا فعل ہے اور دھوپ جو ایک سطح نورانی مطابق سطح زمین ہے مفعول مطلق اور ز
مفعول بہ اور ظاہر ہے کہ وہ دھوپ اوس شعاع اور اس زمین کے بیچ میں ایک حد محدود اور اضافت م
ہے اور کیوں نہو اوسکا تحقق شعاع اور زمین دونوں پر موقوف اور اسوجہ سے اوسکا تعقل بھی دونو
کے تعقل پر موقوف غرض حقائق ممکنہ میں یعنی اضافت صفات مذکورہ سے بھی زیادہ اور پھر حقائق ممکنہ
دیکھا تو وہ بھی ایک مرتبہ میں نہیں بلکہ جیسے سطح اضافت بین الجسمین یا بین البعدین ہو کر پھر خط سے اوپر
درجہ میں ہے یعنی خط اضافت بین السطحین کا نام ہے اور نقطہ اضافت بین الخطین کو کہنا چاہئے گو
خود منجملہ خطین موہوم ہی ہو ایسے ترتب ممکنات سے جو اونکے جوہر اور عرض ہونے سے ہویدا ہے یہ بات پیدا

کہ ممکنات گو تما مہا از قسم اضافت ہیں مگر پھر کوئی اوپر کے درجہ کی اضافت کوئی نیچے کے درجہ کی اضافت
یعنی کوئی اول اضافت ہے اور کوئی اضافت کی اضافت اور کوئی اضافت کی اضافت کی اضافت
علے ہذا القیاس نیچے تک چلے چلو چنانچہ حقائق شناسان سلیم الطبع خود ہی جانتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اول تو
اضافات ہی بہ نسبت اطراف اضافات خفی اور دقیق ہوتے ہیں پھر جب اضافت کی اضافت ہوگی یا اوس سے
بھی آگے نوبت پہونچی تو خفا اور دقت کو ترقی کیوں نہو گی اور جب کوئی حقیقت مرکب من الاضافات الکثیرہ
ہو تو پھر اور بھی دقت پر دقت اور خفا پر خفا پیدا ہوگا اور ظاہر ہے کہ بساطت تو فقط حق واجب تعالی شانہ ہے
اوسکے بعد جوں جوں نیچے اوترئیے ترکب آتا جاتا ہے چنانچہ ایک ایک جزئے میں ہزاروں کلیوں کا پتا لگتا ہے
اسصورت میں بیان میں یہ دقت پیش آئیگی کہ خدا ہی کرے جو رفع ہو اور علوم میں اگر نظر ہے تو اسپر ہے کہ مسئلہ
علم کے موضوع اور محمول میں لزوم ذاتی ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات فقط موضوع و محمول کے علم اجمالی پر
موقوف ہے اور انطباق حقائق خارجیہ اور الفاظ کلام میں اسکی ضرورت ہے کہ یہ حقیقت کونسے درجہ کی اضافت
ہے تاکہ اوسی کے مقابل کے حرف حروف ہجا میں سے یا کوئی کلمہ مرکب من الحروف بیان کیا جائے اور ظاہر ہے
کہ یہ بات بے اسکے متصور نہیں کہ ایکبار تہ تک کی خبر ہو جائے اور بالتفصیل تمام مراتب اضافات کو طے کر لیا جاوے اور
ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار ہے کہ کوئی مسئلہ کسی علم کا اوتنا دشوار نہیں اور واقعی یہ بات پوری پوری بجز خداوند
عالم الغیب و الشہادہ اور کسی سے متصور نہیں یہی وجہ ہے کہ باوجود ضبط حقیقت فصاحت و بلاغت و قواعد
فصاحت و بلاغت آجتک فصاحت و بلاغت کسیکے قابو میں نہ آئی یہ نہوا کہ جیسے بعد علم حقیقت جمع و تفریق و ضبط
قواعد جمع و تفریق ہر قسم کی رقموں کی جمع و تفریق پر قادر ہو جاتے ہیں اور جمع و تفریق کے کر لینے میں فرق کمی و بیشی
جمع کرنیوالوں میں نہیں رہتا ایسے ہی بعد علم حقیقت فصاحت و بلاغت و ضبط قواعد فصاحت و بلاغت
سب کے سب یکساں ہو جائیں یا کسی سے کوئی دقیقہ فصاحت و بلاغت کا نچھوٹے اسپر سکرٹری آریہ سماج امرتسر
و سرٹہ و صاحب ہدایت المسلمین اس علم کی تحقیقات میں قلم برداشتہ کیا کیا نکات بیان فرماتے ہیں کہ کا ہیکو کسی
نے سنے ہونگے انھوں نے سمجھا ہوگا کہ یہ بھی کوئی دھوتی ازار کے سینے کی بات ہے جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی صاحبو
اس تقریر کے سمجھنے والونکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جیسے کمالات علمیہ کمالات عملیہ سے فائق تھے منجملہ کمالات علمیہ یہ کمال اور کمالوں
سے فائق ہے مگر آفرین ہے سکرٹری آریہ سماج امرتسر پر کہ وہ ہنوز فصاحت و بلاغت کو ایک خیالی پلاؤ خیال فرماتے ہیں کہ جو یہ
فرماتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو دل لگا کر پڑھتے ہیں اگر وید کو اسطرح پڑھیں تو وہ بھی اسیطرح اچھا معلوم ہونے لگے

اس کمال کی حقیقت سے آگاہ ہوتے تو یوں نہ فرماتے صاحب جو میری گذارش کو سمجھو گے تو سمجھو گے کہ اس کمال پر مراتب کمالات ختم ہو جاتے
ہیں اسلئے اس کمال کا اعجاز بھی اوسی کو ملیگا جو خاتم اہل کمال ہو اسوجہ سے یہ اعجاز اور اعجازات علمی سے بھی مثل اخبار مغیبات
و پیشین گوئی فائق رہیگا چہ جائیکہ احیاء موتے و کلام حیوانات و نباتات و جمادات و حرکت نباتات و جمادات و انشقاق
قمر و حنین جذع وغیرہ معجزات عملیہ بالجملہ یہ سر دفتر کمالات بجز خاتم اہل کمال اور کسیکو نصیب نہو گا جیسے انشقاق قمر کی ادراک کیلئے
آنکھوں کی ضرورت ہے اور کلام جمادات کیلئے کان کی حاجت اس اعجاز کی اطلاع کیلئے کمال عقل و فہم درکار اور جہاں یہ نہو
تو پھر وہاں صاحب ہدایت المسلمین اور سکرٹری آریہ سماج امرتسر ہی کی بات ٹھیک ہے القصہ یہ کمال حصہ خاتم الکمالات ہے
مگر ظاہر ہے کہ بنی آدم میں وہ لوگ اعلی مرتبہ میں ہونگے جو خدا سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جیسے بادشاہ سے حکام
ماتحت یا استاد سے پیر اونکے خلفا یعنی حکمرانی اور تعلیم ہدایت میں خدا کے نائب اور خدا کے خلیفہ اور خدا کیطرف سے مامور ہوں
اور یہ وہ لوگ ہیں جنکو اہل اسلام انبیاء کہتے ہیں مگر چونکہ حکام ماتحت بادشاہی متعدد اور متفاوت المراتب ہوتے ہیں اور
خلفاء تعلیم بھی متعدد اور مراتب میں کم و بیش چنانچہ گورنر سے لیکر کنسٹبل تک سب حاکم ہیں مگر ایک دوسرے سے مرتبہ حکومت
و اختیارات میں زیادہ کم اور مدرس اول سے لیکر مدرس آخر تک سب معلم مگر درجات علم و تعلیم میں زیادہ کم اسلئے وہ نبی
جو سب انبیاء کا اسی طرح افسر ہو جیسے گورنر مثلاً سب محکمجات اور تمام حکام کا حاکم اور افسر ہوتا ہے یا جیسے ڈائرکٹر
مثلاً تمام مدارس اور مدرسین کا حاکم اور افسر ہوتا ہے خاتم مراتب کمالات انسانی اور خاتم مراتب کمالات علمی و عملی
ہوگا نہ اوسکے علوم کے برابر اور ونکے علوم ہونگے اور نہ اوسکے حکم کے اوپر کسی اور کا حکم ہوگا اوسکا حکم اور حکمنامہ جو واقعی
حکم و حکمنامہ خداوندی ہوگا کیونکہ نائب خدا ہے اصل حاکم نہیں تمام احکام اور حکمنامونکا ناسخ ہوگا گو وہ
نسخ اس قسم کا ہو جیسے نسخہ مسہل ناسخ نسخہ منضج ہوتا ہے اور پھر اوسکے حکمنامہ کی عبارت تمام حکمناموں
کی عبارتوں سے فصاحت و بلاغت اور علو مضامین اور جامعیت علوم ضروریہ دین میں اعلی اور افضل ہوگی
مگر چونکہ ایسے حاکم بالادست اور مدرس اعلی کا خطاب جسکے اوپر اور کوئی حاکم اور مدرس نہ ہو ایسا ہونا چاہیئے
جس سے ہر کوئی اوسکی افسری اور برتری سمجھ جائے اسلئے اوس افضل المخلوقات کے لئے بھی خدا
کی طرف سے ایسا خطاب ہونا چاہئے جس سے ہر کوئی یہ سمجھ جائے کہ اس شخص سے اوپر اور کسی کا مرتبہ
نہیں سو یہ بات سوائے حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو میسر نہیں آئی
کسی دین کی کتاب آسمانی میں اوس دین کے کسی پیشوا کی نسبت اس قسم کا خطاب نہیں ہاں حضرت
سرور کائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو البتہ خطاب خاتم النبیین عطا ہوا جس سے صاف عیاں ہے کہ جیسے

گورنر خاتم مراتب حکومت نیابت ہوتا ہے ایسے ہی مخاطب کو خاتم مراتب کمالات نبوت ہے جو متضمن کمالات
علمیہ و کمالات حکومت ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام خدا کی عظمت و شان و اوسکے احکام سے مطلع ہوکر اور ونکو اوسکی
عظمت و شان سے مطلع فرماتے ہیں اور پھر وہ احکام پہونچا کر تاکید تعمیل فرماتے ہیں اطلاع مذکور تو کمالات علمیہ کیطرف
مشیر ہے اور حکم رسانی اور پھر حکمرانی کمالات حکومت کیطرف اشارہ کرتی ہے اور جب حضرت خاتم النبیین خاتم مراتب
علمیہ اور خاتم مراتب حکومت ہوئے ہو تو نہ اونکی تعلیم کے بعد اور کوئی معلم تعلیم آسمانی لیکر آئے اور نہ اونکے بعد اور کوئی حاکم خدا
کیطرف سے حکمنامہ لائے اور پھر یہ بھی ضرور ہے کہ جیسے گورنر کو مالی ملکی دیوانی فوجداری سب کا اختیار ہوتا ہے اور حکام
ماتحت کو مثل حکام دیوانی و کلکٹری و مدارس و انہار وغیرہ خاص خاص اختیارات ایسے ہی خاتم النبیین کو بھی فقط لطف
و کرم ہی کا اختیار نہو گا قہر و غضب کا بھی اختیار ہو گا یعنی وہ فقط نائب درگاہ رحمت رحیم مطلق اور مظہر احکام رحمت ہی نہو گا
بلکہ نائب درگاہ قہر اور مظہر احکام قہر خداوندی بھی ہو گا یعنی جیسی تعلیم و تہذیب داد دہش لطف و کرم کی اونکے مواقع میں
اجازت ہو گی ایسی ہی قہر و جہاد کی بھی اوسکو اجازت ہو گی غرض اختیار جہاد اور اختیارات کے ساتھ صاحب اختیار کی علو
شان پر دال ہے ہاں عقل نہو تو کچھ بھی نہیں اور نیز یہ بھی ضرور ہے کہ خاتم النبیین کے ظہور کے بعد نجات اسمیں منحصر ہو
کہ اوسکا اتباع کیجئے اور ونکا اتباع اوسوقت مفید نہو گا اور کیونکر ہو جیسے گورنر کے حکم کے بعد نہ کلکٹر کی کوئی سنے نہ مجسٹریٹ
کی کوئی شنے ایسے ہی بعد صدور احکام خاتم النبیین اور انبیاء کرام علیہم السلام کے احکام کی شنوائی نہو گی غرض نجات
جسکو ہنود مکتی کہتے ہیں اس زمانہ میں بے اسکے متصور نہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے لائے ہوئے حکمنامہ
یعنی قرآن کا اتباع کیجئے اسپر بھی کوئی نہ مانے تو وہ جانے۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس اب ناظران اوراق کی خدمت میں التماس
ہے کہ ہماری تقریر اور سکرٹری آریہ سماج امرتسر اور میرٹھ کی تحریر کو دیکھکر فرمائیں کہ کون سمجھکر کہتا ہے اور کون گویم و لے
ندانم کیطرح بے سوچے سمجھے دخل در معقولات دیتا ہے اسپر لالہ صاحب سکرٹری امرتسر کی تقریر کو لائق دید فرماتے ہیں
ہاں ایسے ہی گرفتاران دام جہل مرکب کے نزدیک جیسے لالہ صاحب ہیں اگر قابل دید ہو تو کیوں نہیں اس تقریر سے
سمجھ میں آگیا ہو گا کہ سمجھداروں کے نزدیک تو قرآن کی کتاب اللہ اور کلام اللہ ہونے پر اوسکا اعجاز مشار الیہ کافی
ہے ہاں سمجھ نہو تو پھر یہ اعجاز ایسی طرح بیکار ہے جیسے اندھونکے آگے وہ اعجاز جس میں آنکھ کی ضرورت ہو
مگر چونکہ اہل فہم جہان میں کم ہی ہوتے ہیں اسلئے خداوند عالم نے بروئے لطف و کرم بوجہ جامعیت کمالات
علمی و عملی جس سے اوپر اور کسی فرد بشر میں نہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اور معجزات عملیہ ظاہرہ
و باہرہ و مثل انشقاق قمر و حنین جذع و اطاعت نباتات و تسبیح جمادات وغیرہ جن کی خوبی و کمال کے بیان کی یہاں

گنجایش نہیں اور رسالہ حجۃ الاسلام میں مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے بقدر ضرورت بیان بھی کر دیا ہے اس کثرت
سے ظاہر فرمائی کہ کسی اور بزرگ کے معجزات اور خوارق اوسکے عشر عشیر بھی منقول نہیں اور پھر ہر ایک کی سند
متصل یہ نہیں کہ مثل کتب ہنود و روایات نصاریٰ و یہود بے سند ہوں چنانچہ واقفان روایات جملہ مذ
پر یہ بات پوشیدہ نہ رہیگی اور کسیکو میرا کہنا برا لگے تو سندیں لائے اور دکھلائے غرض کم فہموں کے لئے قرآن
کے کلام اللہ اور کتاب اللہ ہونے کی وجہ ثبوت اور معجزات ہیں اعجاز علمی نہ سہی مگر ہر چہ بادا باد بروئے انصاف و عقل
تسلیم قرآن کا کتاب اللہ ہونا واجب التسلیم ہے اور سوا اوسکے اور کسی کتاب کا کتاب اللہ ہونا ظاہر گر بایہ ثبوت کو نہیں پہنچ
سکتا مگر ہاں شاید کسیکو اسکا انتظار ہو کہ بسم اللہ کے مقدمہ میں لالہ صاحب. اور سکرٹری امرتسر نے جو کچھ فرمایا ہے او
کیا جواب ہے اور در بارہ مضامین جو کچھ اونھوں نے لکھا ہے اوسکی کیا تردید ہے اسلئے یہ گذارش ہے کہ لالہ صاحب
کو تو بسم اللہ کے سمجھنے کا سلیقہ بھی نہیں مضامین قرآن شریف تک تو اونکو رسائی کہاں واقعی یوں ہے کہ اونکی
بسم اللہ ہی غلط ہے وہ رحمن کو اسم تفضیل فرماتے ہیں شاید کسی طالب علم عربی سے لفظ اسم تفضیل سن بھاگے ہیں
اور اوسکو ایسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے کسی جاہل نے کسی ایرانی سے دانم و لے نگویم سنکر یاد کر لیا تھا اور پھر بایں
غرض کہ ناواقفوں کے سامنے اونکی فارسی دانی معلوم ہو موقع بے موقع جملہ مذکور کو بول دیا کرتا تھا حضور کو اتنا
تو معلوم ہی نہیں کہ اسم تفضیل اہل صرف کے نزدیک بجز وزن افعل اور کسی وزن میں نہیں ہوتا اگر یوں کہتے کہ رحمن صیغہ
مبالغہ کا ہے تو البتہ بجا تھا مگر اسصورت میں اول تو اعتراض کی کوئی صورت نہیں کیونکہ رحمن اگر صیغہ مبالغہ ہے تو رحیم
بھی صیغہ مبالغہ ہے اور لالہ صاحب تو لالہ صاحب واقفان علم صرف و نحو عربی بھی اگر تمام عمر سر ماریں تو یہ بات کسی کتاب سے
ثابت نہ کر سکیں کہ رحمن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے اور اگر زیادتی مبالغہ رحمن کو نسبت رحیم تسلیم ہی کیجے اور ہم کہ
ہیں بیشک رحمن میں زیادہ مبالغہ ہے چنانچہ محاورہ دانان عربیہ اور رموز شناسان علم انطباق مذکور جانتے ہیں تو پھ
جواب اعتراض مذکور یہ ہے کہ یہ مقام مدح و ثنا نہیں جو یہ شبہ دلنشین ہو بلکہ موقع استعانت و عجز ہے حاصل یہ ہے کہ بار بسم
فعل محذوف کے ساتھ متعلق ہے وہ محذوف استعین یا ابتدا یا اشرع یا آکل یا اشرب وغیرہ ہوتا ہے غرض جس کام کے شر
میں بسم اللہ کہتے ہیں اوسی کام پر دلالت کرنیوالا فعل یا مطلق شروع پر دلالت کرنیوالا یا استعانت پر دلالت کر
حسب نیت متکلم محذوف ہوتا ہے مگر ہر چہ بادا باد مقصود سے استعانت یا اظہار احسان ہوتا ہے مثلاً کھانے پ
کے شروع میں بسم اللہ کہتے ہیں تو یہ غرض ہوتی ہے کہ یہ نعمۃ عطاء خدا ہے میں اپنی ماں کے پیٹ سے نہیں لایا اور پڑھنے وغیرہ
شروع میں کہتے ہیں تو یہ غرض ہوتی ہے کہ کمال بے اعانت خدائے ذو الجلال ممکن الحصول نہیں غرض اہل اسلام اس کلمہ پاک

کی بدولت ہر حال میں اپنے خدا کو یاد رکھتے ہیں ہنود وغیرہ کی طرح نہ وہم احسان فراموشی اونکی طرف ہوسکتا ہے اور نہ گمان استغنا و استقلال اونکی طرف جاسکتا ہے مگر یہ بھی ظاہر رہے کہ احسان ہو یا اعانت ہو مالک و مختار صاحب رحم و کرم کا کام ہے لیکن اختیارات کے کارخانہ میں اول درجہ والا اول ہوتا ہے اور دوم درجہ والا دوم اور سوم درجہ والا سوم نیچے کے درجہ والا اپنی کارگنی میں اوپر کے درجہ والونکے اشارہ کا تابع ہوتا ہے اوپر حکم صادر ہو تو نیچے اوسکی تعمیل ہو اسلئے اول محکمہ اول سے چارہ جوئی مناسب ہے تاکہ پھر کچھ کھٹکا ہی نہ رہے بسم اللہ میں بھی یہی ہے اول درجہ ذات جامع الکمالات و الاختیارات ہے اسکے بعد مرتبہ رحمٰن تھا اوسکے بعد مرتبہ رحیم اسلئے درجہ بدرجہ تنزل ہے اور یوں نہو تو وضع الفاظ ترتب اصلی کے مخالف ہے اور انطباق مذکور جو اصل فصاحت و بلاغت ہے ہاتھ نہ آئے مگر جنکو سر دم کی تمیز نہو وہ ان باتوں کو کیا جانے وہ اگر اپنی کجی عقل کے باعث اس کمال بلاغت و فصاحت پر بسم اللہ کو غیر فصیح و بلیغ کہیں تو وہ معذور ہیں باقی رہے اور مضامین اون میں سے تخالف مضامین قرآنی تو ایسا غلط ہے جیسا دن کو روشنی میں اندھیرے کا ہونا ہاں کوئی شخص بوجہ فقدان بصر دن کو بھی اندھا ہی رہا ہے اور اسوجہ سے یوں کہے کہ میرے نزدیک چاندنی میں بھی اندھیرا ہے جسکا حاصل وہی اجتماع المتخالفین ہے تو یہ اوسکا قصور ہے ایسے ہی کوئی نادان بوجہ نادانی و بدفہمی اگر مضامین قرآنی میں اپنے نزدیک تخالف بتلائے تو یہ اوس کا قصور ہے اوسکے سوا جہاد کا حال تو کسیقدر معلوم ہی ہو گیا ہاں اتنی بات باقی رہی کہ سری رامچندر اور سری کرشن اور رام تھ وغیرہ کی لڑائیاں اگر اعلاء کلمۃ اللہ اور ترقی دین کیلئے تھیں تو یہی جہاد ہے اور اگر بغرض حصول متاع قلیل دنیا یا غیرت و عزت دنیا تھیں تو خدا کی یا بزرگی پر اس طلب دنیا اور دنیا داری کے کیا معنی لوٹ کی سنئے خدا تعالی نے بندونکو اپنی عبادت کیلئے بنایا ہے اور مال و دولت اونکے رفع حوایج کیلئے بنا ہے اور یہ ایسا قصہ ہے جیسا گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس دانہ گھوڑے کیلئے سو اگر کوئی گھوڑا سواری نہ دے تو وہ اس قابل ہے کہ اوس کے تو گولی ماریں اور اوس کے حصہ کا گھاس دانہ اون گھوڑوں کو دیں جو سواری دیں ایسے ہی جو بندہ بندگی نہ کرے تو وہ تو اس قابل ہے کہ اوس کا کام تمام کیا جائے یہ تو جہاد ہوا اور اوس کا مال و دولت بندگی کرنے والوں کو تقسیم کیا جائے یہ غنیمت یعنی لوٹ ہوئی حصہ پیغمبری کا حال سنئے سفیران بادشاہی کا خرچ بادشاہ کے ذمہ ہوتا ہے سفیران خداوندی کا خرچ خدا کے ذمہ کیوں نہو گا مگر یوں تو سارا جہان خدا کا ہے اور کیوں نہو وہی خالق ہے وہی مالک بھی ہوگا بادشاہان دنیا تو سارے ملک کو اپنا ملوک یوں ہی براہ زبردستی سمجھتے ہیں پر خدا تعالےٰ واقعی سارے جہان کا مالک ہے لیکن جیسے وہ مال جو ملازمان سرکاری بحکم سرکار ضبط کرلیں

حق خزانہ سرکاری ہوتا ہے وارثان و متعلقان صاحب مال کا حق نہیں ہوتا ایسی ہی وہ مال جو بندگان جان نثار
عز فرزی کر کے مخالفان خدا اور غنیمان خداوند عالم سے ضبط کر کے لائیں خالصہ خداوندی سمجھا جائیگا اور
صرف سفیران خاص کو اوسمیں سے دلایا جائیگا عورتونکی مجامعت کی سُنئیے قرآن شریف میں اول سے آخر تک
کہیں یہ حکم نہیں کہ شب و روز یہ کام کیا کرو معترض احول عقل اگر کچھ کا کچھ سمجھ جائیں تو اونکی عقل کا قصور ہے ہاں
اپنی بی بیونسے مجامعت کی اجازت ہے سو یہ کونسی بڑی بات ہے آپکے ہاں اگر ممانعت ہوتی اور یہ حکم ہوتا کہ بی بی
کو ماں بہن بیٹی کی جگہہ سمجھا کرو تو البتہ آپکو افتخار اور مجال اعتراض تھی ب کس مونہہ سے آپ اعتراض کرتے
ہیں سُنئیے قرآن شریف میں مجامعت شب و روز کی نہ تاکید ہے نہ ترغیب البتہ عبادت اور ذکر کی ہر حال
میں ترغیب ہے مگر لالہ صاحب کو یہ بات کہیں نظر نہ آئی بوجہ تیرہ درونی کچھ کا کچھ بھی سمجھے تو کیا سمجھے رہا غلاموں کا قصہ
آپ کی عبارت بے معنی سے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہتے ہیں فقط لفظ غلامونکو لکھکر رہ گئے موافق شعر ذوق
کوئی جانے ہے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے ۔ مگر آپکے فہم نارسا کی رسائی پر دو تین باتیں بھبتی ہیں یا اصل غلامی
سے انکار ہو یا اونسے کسی فعل بد کیطرف اشارہ اور بظاہر آپکے فہم سے یہی زیادہ امید ہے کہ آپ یہاں ہی پہونچے
ہونگے اگر یہ ہے تو اسکا یہ جواب ہے کہ یہ فعل تو اہل سلام کے نزدیک اسقدر ممنوع ہے کہ اور ونکے یہاں عشر عشیر
بھی اوسکی ممانعت نہوگی قرآن و حدیث دونوں میں اسکی ممانعت موجود اور یہاں تو یہاں آخرت میں بھی اسکی
اجازت کا پتہ نہیں وہانکے غلامونکا جہاں ذکر ہے تو فقط خدمت ہی کا ذکر ہے چنانچہ لفظ یطوفون وغیرہ جو
اس مضمون میں وارد ہے وہ خود شاہد ہے اور اگر اصل غلامی سے انکار ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ خداوند علیم و خبیر
قواعد انتظام یوروپ کا پابند نہیں وہ خود مختار ہے جو چاہے حکم دے باایں ہمہ عقل سلیم کے نزدیک یہ حکم اس درجہ
کو مستحسن ہے کہ اہل عقل ہی جانتے ہیں گھوڑا اگر سواری نہ دے تو گو عراقی ہو گدھے سے کم ہے اور کیوں نہو گدھا
کچھ تو کام دیتا ہے ایسے ہی ہر آدمی بندہ ہو کر بندگی نہ کرے یعنی اطاعت حکم مولا نہ کرے اور اوسکے نائبوں
اور حکناموں کو نہ مانے وہ جانوروں سے بھی پرے ہے اور کیوں نہو جانور سرتابی تو نہیں کرتے جو معتوب
خدا ہوں پھر اسکے کیا معنی کہ گائے اور پیپل تو ہندوؤں کا معبود ہو کر بھی ہندونکا مملوک ہو جائے اور اوسکی
بیع و شرا کا اختیار ہو اور مخالفان خداوندی جو جانوروں سے بھی پرے ہیں خدا کے ملازمان خاص اور بندگان
با اختصاص کے ملک میں نہ آنے پائیں ۔ اور سُنئیے شہد اور دودھ کی نہروں سے بھی آپ کو نفرت اور کدورت
ہے اور کیوں نہو مذاق عقل اسقدر درست اوسپر بھی نفرت اور کدورت نہو نہ معلوم خدا کو لالہ صاحب کی خیال کے

کھبی میں اگر کوئی بات ذوق سامعی ۔

میں اتنی قدرت نہیں جو شہد اور دودھ کی نہریں جاری کر سکے یا بندگان اطاعت پیشہ اس انعام کے
قابل نہیں بلکہ لہو پیپ پاخانہ پیشاب کی نہریں جھیلیں آپکے نزدیک انکے لئے چاہئیں معہذا ویدونمیں
جن نہرونکا بیان ہے وہ کیونکر قابل تسلیم ہوگئیں اور کیر کا سمندر کیونکر واجب التسلیم ٹھیرا علی ہذا القیاس آسمان
کے موٹے ہونے اور فرشتوں کے بشکل آدمی پردار ہونے اور چاند کے دو ٹکڑے ہوجانے اور آسمان پر چلے جانے
میں اگر اسوجہ سے تامل ہے کہ یہ باتیں خدا کی قدرت سے خارج ہیں تب تو یہ اعتراض لالہ صاحب اپنے نیفے ہی میں سلفے کی
جا لگا رکھیں اگلے زمانے میں جب ایسے ہی سب عالم فاضل ہوجائیں گے جیسے لالہ صاحب کام آئیگا اور اگر
کسی دلیل عقلی سے اس نارسائی پر ان باتونکا غلط ہونا ثابت کرلیا ہے تو وہ وجہ ثبوت کسدن کیلئے حضور کی
جیب میں مخفی ہے علاوہ بریں آسمان کا موٹاپا مہادیو کی لنگ کی درازی سے تو زیادہ نہیں جو بشن کو پتا
لگے نہ برہما کو اور آسمان پر اڑ جانا بشن اور برہما کے اکاس اور پتال کے جانے سے تو زیادہ نہیں جو یہ استبعاد ہے
اور فرشتونکا بشکل آدمی ہونا مچھودری کے تولد کے قصہ اور ہنومان جی وغیرہ اوتاروں اور گنیش جی اور بشن اور
برہما کی شکل ہنس وسور ہوکر اوپر نیچے جانے اور راون کی اشکال سے تو عجیب نہیں چاند کا پھٹ جانا اسطرح
کے سورج میں سوراخ کرنے اور چاند سورج کے زمین پر بغرض زنا اوتر آنے اور سورج کے روز بنارس کے مقابل
آکر کٹرے ہوجانے اور بسوامتر کے زمانہ کے انشقاق قمر سے تو کم نہیں جو یہ انکار ہے اور اگر ان قصونکو آپ تسلیم کریں
تو کیا وجہ اگر روایت بزرگان ہنود قابل اعتماد ہے تو وید میں اور ان کتابوں میں جنہیں یہ قصے مذکور ہیں کچھ فرق
نہیں بلکہ باینوجہ کہ وید سب کتابونکی نسبت پرانی اور قدیم کتاب ہے اور پھر بہ نسبت اور کتب کمیاب جس سے یہ عیاں ہے
کہ اہتمام حفاظت کتب مناظرہ بہ نسبت وید زیادہ ہے اگر قابل انکار ہے تو وید ہے اور اگر روایت بزرگان ہنود قابل
اعتماد نہیں تو نہ سہی چشم ما روشن دل ما شاد ہم بھی یہی کہتے ہیں اونکے کتب کے مضامین خود اسپر شاہد ہیں تو پھر نہ معلوم
وید میں کیا فوقیت ہے جو وہ تو واجب التسلیم ہو اور کتب باقیہ نہوں سند متصل یہاں سے لیکر اوپر تک اور کسی کتاب کی
تو شاید ہو بھی مگر وید کی سند متصل تو تمام عالم میں کہیں نہیں اگر ہو تو لالہ صاحب لائیں اور سنائیں اگر ہے تو یہی ہے کہ
مصنفان کتب ہنود وغیرہم بزرگان قوم ہنود جو اون کتب اور ایمان افعالونکو مانتے چلے آئے ہیں وید کو بھی
مانتے چلے آئے ہیں مگر اسصورت میں اگر وید واجب التسلیم ہے تو اور کتب بدرجہ اولے اور اگر بلحاظ خوبی مضامین
اور کتب سے انکار ہے تو اسوجہ سے بھی وید ہی زیادہ انکار کے لائق ہے آفتاب پرستی اور شرک سے یہ مضامین زیادہ
پر ہے نہیں اگر اور کتب میں وہ مضامین ہیں تو وید میں یہ خوبیاں ہیں چونکہ آپنے محل اعتراض کا پتا قرآن ہی سے نہیں

بتایا ہم بھی محل اعتراض کا پتہ و یدمیے نہیں بیان کرتے مگر ہر چہ بادا باد گناہ میں بھی شرک سب گناہوں سے بڑھا ہوا ہے اور
خلاف واقع ہونے میں بھی خبر شرک اور غلط خبروں سے بڑھی ہوئی ہے یعنی اگر فرض کرو آفتاب کا اوترنا اور زنا کرنا غلط
ہو تو نہ ایسا محال ہے جیسا مدلول شرک یعنی غیر خدا کا مستحق عبادت ہونا اور نہ اتنا بڑا گناہ ہے جتنا شرک زنا
ایک کیا ہزار کیوں نہو جب ایک شرک کی برابر نہیں ہو سکتا رہا حسب مراد حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم
احکام کا آنا خدا جانے کس نشہ میں آپکو یہ بات سوجھی ہے قرآن میں بہت مواقع میں آپ کی خلاف رائے اور
خلاف آرزو احکام آئے ہوئے موجود ہیں اور کہیں یہ نہیں کہ احکام خداوندی موافق رائے نبوی ہیں بلکہ
ان الحکم الا للہ وغیرہ آیات سے سب کی بے اختیاری اور عدم مداخلت ثابت ہے اور اگر کہیں بنظر ترقی دینی کسی بات
کی آرزو ہوئی اور اوسکے موافق حکم ہو گیا تو اسمیں خدا کی خدائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی میں
کیا فرق آگیا جو اتنا انکار ہے بلکہ ترقی دین کیلئے کسی حکم کا انتظار کرنا یا اپنی رفعت مراتب کیلئے کسی حکم کا آرزو مند
ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی اور بیچارگی اور خداوند عالم کی خداوندی اور خود مختاری پر اور بھی دلیل
کامل ہے اب خدا کی قسموں کی بابت سنئے اسمیں اگر اسوجہ سے کلام ہے کہ بندہ خدا کی قسم کھاتا ہے اگر خدا بھی کسی کی قسم کھائے تو
یوں کہو جسکی قسم کھائی وہ خدا کا بھی خدا ہوا تب تو یہ خیال باطل آپ ہی کا ایجاد بندہ ہے قسم اوسکی کھایا کرتے ہیں
جو سب میں زیادہ عزیز ہو سو بندوں کو سوا خدا کے اور کوئی عزیز نہونا چاہیے اسلیئے سوائے خدا اوروں کی قسم اونکو ممنوع ہوئی مگر خدا
کو پیارے ہیں تو اپنے پیارے بندے اور عمدہ مصنوعات پیارے ہیں اسلیئے اوسکے حق میں انکا قسم کھانا برا نہیں ہو سکتا اور اگر اسوجہ
سے خدا کی قسموں میں تامل ہے کہ خدا کو یہ بات زیبا نہیں تو اول تو زیبا نہونیکی کیا وجہ اعتراض کیا تھا تو وجہ بھی بیان کرنی
تھی بیوجہ اعتراض کرنا ایسا ہے جیسا کسی نے کہا ہے ؎ لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ؛ دوسرے ایک خبر ہوتی ہے ایک حکم
ہوتا ہے حکم میں تو قسم کا محل ہی نہیں ہوتا کیونکہ تاکید واقعیت کیلئے قسم کھایا کرتے ہیں سو واقعیت غیر واقعیت حسب خبری
انشا کو اوس سے سروکار ہی نہیں اسلیئے حکم میں اگر نہو اور خبر میں قسم ہو تو مزید توثیق و اطمینان ہے سو جہاں دلائل اثبات
نبوۃ سے بندوں کے اطمینان کئے جاتے ہی وہاں اس قسم کا اطمینان بھی ہو تو زیادہ لطف کی بات ہے علاوہ
بریں یہ باتیں مزید قرب نبوی و بعد مخالفین پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ قسمیں وقت لطف و انبساط کھایا کرتے
ہیں یا وقت قہر و غضب و رنج و ناخوشی مگر بروے عقل وہی غضب محل قسم ہونا چاہیئے جو مقابل لطف
و انبساط مذکور ہو سو بوجہ قرب منزلت جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مورد عنایت و لطف
و انبساط مذکور تھے ایسے ہی مخالفان حضرت مورد عتاب مشار الیہ کیونکہ جسقدر آپ پر کرم ہوگا اسیقدر

آپ کے مخالفوں پر قہر لازم ہے اسلئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں خدائیتعالی کا قسمیں کھانا آپکے قرب منزلت پر دال ہے ایسے ہی مخالفان نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں قسموں کا کھانا اون کے مقہور و مغضوب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور در حقیقت یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علو شان اور قرب منزلت کیطرف مشیر ہے مگر ہاں جو کتاب خدا کی کتاب نہو یا کتاب ہو کر خدا کا کلام نہو یا وہ شخص جسکو وہ کتاب عطا ہوئی ہو ایسا مقرب نہو جو وہ مورد لطف و انبساط اور اوسکے مخالف مورد عتاب و انقباض بقدر مذکور ہوں تو پھر اگر اوس کتاب میں قسم نہو تو اور کیا ہو اور اوس کتاب والے لطف قسم مذکور کو جانیں تو کیا جانیں باقی رہا حج کا قصہ اوسپر بھی لالہ صاحب ناک مونہہ چڑھاتے ہیں مگر عقل نہو تو اور کیا کریں اسلئے موجب اطاعت یا حکومت حاکم ہے یا محبوبیت محبوب حکومت کے مقابل میں اودہر خوف ہوتا ہے اور محبوبیت کے مقابلہ اودہر محبت مگر سب جانتے ہیں کہ اطاعت خوف اطاعت محبت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی ہاں جسکو محبت کی باتوں کی خبر نہو وہ کیا جانے لیکن آداب حکومت اور نیاز محبانہ کا ایک انداز نہیں ہوتا وہاں خودداری ہے تو یہاں از خود رفتگی وہاں سنجیدگی ہے تو یہاں دیوانگی وہاں دربار کیلئے دستار و قبا کی ضرورت ہے تو یہاں کوچہ یار میں جانے کیلئے سر برہنہ پا برہنہ درکار وہاں اگر اصلاح و حجامت کی ضرورت تو یہاں نہ سر کی خبر نہ ناخن کی خبر وہاں اگر دست بستہ مودب کھڑے ہوتے ہیں تو یہاں پروانہ وار اپنی شمع کے نثار ہونا پڑتا ہے وہاں اگر انتظار اجازت میں در پر اسادہ ہیں تو یہاں شوق دیدار میں کوچہ کے اس سرے سے اوس سرے تک مارے مارے پھرتے ہیں وہاں اگر کوئی ایسی ویسی سنا کر روک دے تو ہوجائیں اور یہاں ناصح نادان کو پتھر حوالہ کریں وہاں اگر بجبر کچھ نذر پیش کرتے ہیں تو یہاں بدل و جان جان و مال کو قربان کرتے ہیں غرض کہانتک کہئے محبت کیش خود جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ کیا جانیں مگر جسکو یہ معلوم ہوگا وہ ارکان حج پر تو کیا اعتراض کریگا البتہ یہ سمجھ جائیگا کہ جس دین میں یہ حکم نہیں تو نہ وہ دین اعلی درجہ کا دین ہو سکتا ہے اور نہ وہ نبی جو وہ دین لیکر آیا ہے اعلی درجہ کا مقرب ہو سکتا ہے کیونکہ محبت اعلے مقامات سلوک میں سے ہے خوف تو ایک وجہ سے محبت کے ماتحت ہے کیونکہ اپنے مطاع اور حاکم کی محبت نسبی پر جس چیز کے زوال کا خوف ہے اگر اوسکی محبت نہو تو نہ خوف ہو اور نہ اطاعت ہو پر محبت کسیطرح خوف کی ماتحتی میں نہیں اور سوا اسکے اور اوصاف حمیدہ مثل حسن اخلاق و سخاوت وغیرہ وہ سب اپنی کارگذاری میں محبت کے محتاج ہیں کچھ شائبہ محبت ہوگا تو حسن اخلاق اور سخاوت ہوگی نہیں تو نہیں اور اگر

اوسکی محبت نہو جسکے ساتھ حسن اخلاق و سخاوت ہو تو اوسکے مال اور ثواب کی محبت تو کہیں نہیں گئی غرض
کمالات عملیہ میں سے محبت سب پر حاکم ہے اسلیئے وہ عبادات جو اوسکے متعلق ہوں اور عبادتوں سے بڑھکر ہوگی اور وہ
عبادات نہوگی تو یوں جانو نہ وہ دین مثل اوس دین کے کامل جسمیں اس قسم کی عبادات ہو اور نہ وہ شخص جو اوس عبادت سے
مشرف نہیں ہوا بحیثیت وکار اعمال اونکے ہمپلہ جو یہ شرف رکھتے ہیں لیجئے آپکے واہیات خرافات کا جواب تو ہوچکا آپکے
وہ سوال ہے جو چاندا پور میں پیش ہوئے تغیر یہ تو آپکی تحریر سے ثابت ہوا کہ وہ سوالات پنڈت جی ہی نے تجویز کیے تھے چنانچہ
عبارت (ہاں ہم اگر اس سوال پر کہ خدا نے دنیا کو کس چیز سے بنایا ہے ناز کریں تو بجا ہے الخ) جو صفحہ ۲۲ سطر ۱۲ میں واقع
ہے اسپر شاہد ہے غرض جو شخص آپکے اس رسالہ کو دیکھیگا وہ اتنی بات سمجھ جائیگا کہ پنڈت جی نے وہ سوالات تجویز کیے تھے
اور پھر بعد تحقیق اونکی درماندگی اور مولوی محمد قاسم صاحب کے کمال کا کیونکر قائل نہوگا یعنی پنڈت جی ہی سوال تجویز کریں اور
پھر اونکے جواب ہم پلہ جوابات مولوی صاحب موصوف نہوں اسکے معنی بجز اسکے اور کیا ہیں کہ جس بات کو بزعم خود سوچے
سمجھے بیٹھے تھے ایک شخص کی تقریر دلپذیر اوکے سامنے گرد ہوگئے علاوہ بریں یہ بھی کہیں دستور ہے کہ آپ
ہی آپ سوال تجویز کریں اور پھر معرکہ امتحان میں اون لوگوں کی برابر بیٹھیں جو بالکل بیخبر ہیں یہ کام اوسی
کا ہوتا ہے جو لیاقت امتحان نہیں رکھتا اسکے بعد یہ عرض ہے کہ ہمارے تو پانچ چھ سوال ہضم کیے بیٹھے ہو اور دو
سوال پیش کرتے ہو اسکے یہ معنی کہ اونکے جواب تو آتے نہیں ان سوالوں ہی کو پیش کرکے وقت کو ٹالئے
سنئے اول ایک بحث سے فارغ ہو لیں جب کہیں اور جائیگا اور پھر آپ بھاگینگے اور آپکے پیچھے پیچھے ہم ہونگے
بایں ہمہ دو سوالوں پر چاندا پور میں بحث رہی تھی پنڈت جی نے تو جتنے زور مارے تھے مع شے زائد روئداد
میلہ چاندا پور میں مندرج ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریر بعض احباب راقم کے پاس غیر مطبوع مدت سے دھری
ہے یا اوسکو منگائیے اور موازنہ فرمائیے یا میرے خیالات معروضہ رسالہ ہذا کو مطالعہ فرمائیے اور پھر جو کچھ فرمانا ہو فرمائیے
میں نے بھی دونوں سوالونکا جواب بلکہ پانچوں سوالونکا جواب اور باتوں کی ضمن میں عرض کردیا ہے کوئی مطول
ہے کوئی مختصر ہے غرض یہ نہوگا کہ آپ جان چھوڑا کر بحث اصلی سے نکلجائیں شعر ہمکو فریب دیگے کہاں
تک ہم آپکے واقف ہیں بات بات سے اور گھات گھات سے ۔ لالہ صاحب ذرا تو مقابلہ میں ٹھہریے تھمئے ابھی
کے دن ہوے جو یہ اڑان گھائیاں بتلانے لگے ہیں سچ کہتا ہوں انشاء اللہ پھر انشاء اللہ خدا کی مدد سے ایسا
چت کیا ہوگا کہ تم بھی یاد ہی رکھوگے آپ اسکو بوجہ بیخبری تکبر کہتے ہیں اور ہم اسیکو عین عجز سمجھتے ہیں تماشا
ہے کہ آپ تو بوجہ خوشامد ملکہ معظمہ کو اتنا بڑھائیں کہ اونکی عظمت اور شوکت اور حسن انتظام کے مقابل کسی

بادشاہ کی حقیقت نہی اور ہم خدا کے بھروسہ اور اوسکے دین پاک کی حقانیت کے اعتماد پر اگر یہ
یقین کریں کہ اوس سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے تو یہ کفر ہوجائے یہاں بھی آپکو کفرہی کی سوجھی لالہ صاحب خدا
کی اور اوسکی دین کی بڑائی ہے ہماری بڑائی نہیں ہماری عاجزی تو اسی سے ظاہر ہے کہ اپنے آپکو بندہ مجبور
سمجھکر سر نیاز خم کرلیا اور اطاعت کی ٹھان لی تکبر تو جب ہوتا کہ آپ کی طرح ہم بھی سرتابی کرتے اگر
کوئی سپاہی معرکہ جنگ میں یا کوئی سفیر کسی دربار میں فخریہ یوں کہے کہ ہم یوں کرینگے تو یہ اوسکا فخر نہیں
ہوتا اوسکے آقا کا فخر و افتخار سمجھا جاتا ہے اب سنئے اگر آپ کو میدان مباحثہ سے بھاگنا ہے تو صاف
صاف کہدیجے پھر بوجہ دعوی قدامت مذہب آپ اول ان سوالوں کے جواب لکھئے پھر ہم سے طلب
کیجے ہمسے جب آپکے مذہب کو منسوخ یا باطل سمجھکر چھوڑ لے اگر آپکو اثبات مذہب مدنظر ہے تو دعوے
حقیقت مذہب کو پیش کیجے اور نہ پیش ہوسکے تو پھر ہمسے پوچھئے غرض یہی سوال سہی پر سوال پیش شدہ
کے جواب سے درماندگی ظاہر کرکے اول آپ کچھ بولئے اور نہ بولا جائے تو معترف بعجز ہوکر ہمسے پوچھئے پھر انشاء
اللہ ہمیں بتلائیں گے بلکہ انہیں اوراق میں سے نکالکر دکھلائیں گے اور منشی محمد حیات صاحب بیچارہ کا آپ
ناحق ذکر کرتے ہیں وہ صاحب اخبار ہیں جو کوئی کچھ بھیجدے چھاپنے کو وہ اوسکی چھپائیکا منصب رکھتے ہیں
اگر آپ بھجواتے اور وہ نہ چھاپتے تو البتہ جائے شکایت تھی غرض وہ صاحب اخبار ہیں معترض و مجیب نہیں باقی
رہی پنڈت جی کی تعریف اور مولویصاحب کی توہین اوسکا حال یہ ہے کہ اگر چاند پر خاک ڈالنے اور بہتر ونکے
چھپنے کی چاند بنانے سے کام چلا کرتا تو آپ کی یہ سخن سازی اور جعلسازی بھی چل جاتی مگر ہاں تنہا روی
پیش قاضی آئی راضی آئی اسلئے پنڈت جی بھی آپکے دل میں بسے ہوئے ہیں اسکے ساتھ اگر آپ اتنا
اور بھی رقم فرماجاتے کہ پنڈت جی بھاگتے پھرتے ہیں اور مولویصاحب اونکے پیچھے پیچھے ہیں تو پنڈت جی
کی فتحمندی اور مولویصاحب کی شکست اور اون کی چارہ جوئی خوب آشکارا ہوجاتی ہم بھی اس
فرار و تعاقب سے انکار نہ کرسکتے اسوقت بجز اسکے اور کیا عرض کروں شعر ذوق ؎ بھلی ہے
گل کی نزاکت پہ چمن میں بلبل + اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے + و آخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین + نویں یا دسویں رمضان شریف ۱۲۹۶ھ کو لکھنا شروع کیا تھا اور بحمد اللہ
تعالے ۲۱- ماہ مذکور روز شنبہ کو ختم کیا + گر قبول افتد زہے عز و شرف فقط-

تمت

التماس راقم بخدمت لالہ انندلال صاحب سکرٹری آریہ سماج میرٹھ

لالہ صاحب آپ کی بدزبانی کے صلہ میں میں نے بھی آپکا اور آپکے بعض احباب کا ذکر کرکے اپنی
اوقات ضائع کی ہے اگر آپ فہیم ہونگے تو اکی بار سمجھ ہی جائیں گے اگر آپ اسپر بھی باز نہ آئے تو
بھی یوں سمجھکر ع کلوخ انداز را پاداش سنگ ست + آپکی پاداش کیلئے آیندہ کو دست بسنگ ہیں
خیر اس باب میں تو آپکو اختیار رہے مگر اتنا ملحوظ خاطر رہے کہ اس جواب کا جواب ایسا نامعقول نہو جیسا
اعتراض کا جواب تھا اگر ایسا ہی لکھو تو اسکو اپنے بستہ ہی میں رہنے دینا دیکھنے والوں کی اوقات
خراب نہ کرنا ہاں اگر ایسا جواب پورا لکھا جیسا ہمنے بات بات کا جواب لکھا ہے۔ اور کیا لکھوگے کچھ
لیاقت ہو تو لکھو۔ تو پھر یوں امید ہے کہ ہمارے آپکے انشاء اللہ دیر تک گہری چھنے گی اور دیکھنے والے
خوب ہی سرور آئینگے جب سے اس نیازنامہ کو شروع کیا ہے آپ ہی کا دھیان رہتا ہے + ع
رہتا ہے سر زلف معنبر کئی دن سے + کالی کا جپا کرتا ہوں منتر کئی دن سے + مگر دیکھئے اسکا انجام کیا
ہے آپ کس رنگ کا بھیس بدلتے ہیں اور اس کے جواب میں آپ لطف کرتے ہیں یا ستم کرتے
ہیں خیر ہمارا کام انتظار ہے جس طرح چاہو پیش آؤ فقط۔

الراقم بندہ کمترین گنہگار عبد العلی عفے عنہ۔

۲۱- رمضان ۱۲۹۶ھ روز سہ شنبہ

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہم

ضیاء القلوب	۳ر	جہاد اکبر	۱ر	ارشاد مرشد	۰ر
غذائے روح	۳ر	گلزار معرفت مع قصیدہ	۲ر	درد نامہ غمناک	۔ر
تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب	۴ر	مثنوی تحفۃ العشاق	۱ر	کلیات امدادیہ	۱۰ر
		وحدۃ الوجود	۔ر		

تالیفات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح

جس نے مولانا کی تقریر سنی ہوگی وہ تو جانتا ہی ہوگا اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کرسکتا ہے کہ آپ کو حق تعالے نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا:۔

انتباہ المومنین	۱ر	یہ رسالہ جواب اعتراضات شیعہ میں تالیف فرمایا ہے	
حجۃ الاسلام مع تتمہ	[illegible]	اس رسالہ میں دلائل حقانیت دین اسلام ہیں	
مباحثہ شاہجہانپور	۶ر	ان چاروں رسائل میں وہ مباحثہ درج ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے جواب عقلی کو دلائل سے رد کیا۔ تحریر فرمائے ہیں۔	
میلہ خدا شناسی	۲ر		
انتصار الاسلام	۴ر		
قبلہ نما	۵ر		
تصفیۃ العقائد	۲ر	سید احمد خاں کی ایک تحریر کا جواب	
توثیق الکلام	۱ر	بحث قراۃ فاتحہ خلف الامام	
دلیل محکم	۱ر		
تحفہ لحمیہ	۰ر	انسان عجیب طرح گوشت خور بنایا گیا ہے	
مناظرہ عجیبہ	۴ر	درجواب شبہات تحذیر الناس	
فیوض قاسمیہ	۲ر	حق صریح در اثبات تراویح	۱ر
اسرار قرآنی	۱ر	تحذیر الناس	۲ر
قصائد قاسمی	۲ر	جمال قاسمی	۱ر
ترغیب الخیرات	۱ر	لطائف قدسیہ قابل دید کتاب ہے	۴ر
مرثیہ	۱ر	بر وفات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	
تیسیر المبتدی	۴ر	فارسی و عربی کی صرف بچوں کیلئے مفید	
ہدایات الاضاحی	۰ر	گلستان مناقب	۱ر
چہل حدیث مترجم	۔	... ...	۲ر

تالیفات حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دام مجدہ

بہشتی زیور ۱۰ حصہ	مستورات کی تعلیم کا مکمل کورس بلکہ ہر مسلمان کی ضرورت دینی و دنیوی کو کافی ووافی بارہ سو صفحہ پر چھپا ہوا ولایتی کاغذ پر	[illegible]
تعلیم الدین قدیم	ضروریات مسائل و تصحیح و اشغال و مراقبات و مکاشفات	۶ر
صفائی معاملات مع تتمہ	فقہ کی ضروری باتیں جنکی ہر فرد بشر کو ضرورت رہتی ہے مسائل خرید و فروخت و ٹھیکہ وغیرہ ۱ر خطبہ ماثورہ ۱ر حقوق العلم	۴ر
جزاء الاعمال	بھلے برے اعمال کے ساتھ جزا و سزا کا لازمی تعلق اور تحقیق تعلیم انگریزی	۔ر
اصلاح الخیال	نیچری خیالات کی اصلاح بجواب ایک طولانی خط کے ۲ر تحقیق المہدی والمسیح	[illegible]
حق السماع	گانا سننے پر محققانہ مضمون	[illegible]
شجرہ مع تعلیم الطالب	حضرت حاجی صاحب کے شجرہ میں مقام مشائخ و تاریخ وفات اضافہ کئے گئے ہیں قیمت ار حفظ الایمان	۔ر
الاقتصاد	در بحث تقلید و اجتہاد احادیث صحیحہ سے تقلید کا اثبات اور اجتہاد کی مفصل بحث اور شروط ۲ر فروع الایمان	۲ر
اصلاح الرسوم نو ترمیم	پیدائش کے وقت سے مرنے کے وقت تک کی کل رسوم مروجہ غیر مشروعہ کی اصلاح	۴ر
قصد السبیل الی المولی مع تکمیل	تصوف کی تقسیم اور ہر شخص کے مناسب حال اسکو اس فن شریف کی تعلیم و ہدایت ۱ر اصلاح ترجمہ نذیریہ	۱ر
تفسیر سورہ بقرہ تمام	یہ اس تفسیر کا پہلا پارہ ہے جسکا عرصہ سے انتظار اور تقاضا تھا۔	[illegible]
کلید مثنوی	مع شرح ترجمہ مثنوی مولانا روم از حضرت مولانا مدظلہم العالی دفتر اول	۴ر
مناجات مقبول	کلام اللہ شریف میں جو دعائیں آئی ہیں وہ اور اسکا ترجمہ نظم و نثر۔	۴ر
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	رسول مقبول صلعم کے صحیح حالات مجلد	[illegible]
طریقہ میلاد ۲ر	اصلاح ترجمہ ناریہ ۱ر حقوق الاسلام	۰ر
علاج القحط ۲ر	القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب	۱ر

ملنے کا پتہ۔ مولوی محمد عماد الدین انصاری ناظم کتبخانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند

التذکیر

مولانا الشاہ اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہ کو ارشاد و ہدایت کا ملکہ تامہ جو حقتعالیٰ نے عطا فرمایا ہے
اُس سے وہی واقف ہیں جو مولانا کے وعظ میں کبھی شریک ہو چکے ہیں کہ قرآن مجید کے نکات۔ احادیث
نبویہ کے لطائف اور روحانی امراض کی تشخیص و معالجہ بداعمالی و بدعقیدگی کی تفصیل و اصلاح ایسی دلچ
و پیاری طرز پر ہوتی ہے کہ دل میں گھر کر جاتی ہے۔ اور گھنٹوں گذر جانے پر بھی یہی دل چاہتا ہے کہ سا
ارشاد جاری رہے۔ مگر چونکہ اس سے صرف حاضرین ہی متمتع ہوتے تھے اسلئے اُن کو لکھوا لیا جاتا
جی چاہتا ہے کہ غائبین بھی ان کی لذت اٹھائیں۔ اور بعض احباب نے قصد بھی کیا کہ اس دولت سے
دوسروں کو مالامال بنائیں مگر اُنھوں نے قیمت ایسی بڑھا دی کہ عوام اہل اسلام کو گراں ہوا اسلیے ہم
قصد کیا ہے کہ مواعظ مقدسہ کا سلسلہ تدریجی طور پر قائم کریں اور بڑی تقطیع کے دس جزو پر چند و
چھوٹے چھوٹے طبع کر کے حصہ اول و دوم و سوم کے نام سے نکالتے رہیں تاکہ خریدان کو اسکا خریدنا گرا
نہ گذرے۔ اسکی قیمت صرف (۴ر) ہر حصہ تجویز کیگئی ہے۔ پانچ نسخہ کے خریدار کو چھٹا نسخہ مفت
چنانچہ پہلے تین حصہ چھپ کر طیار ہو گئے ہیں۔ دوامی خریدار ضرور اس کمیشن سے فائدہ اٹھائیں۔

علاوہ ازیں قرآن مجید ہر قسم کے اور حمائلیں اور دیگر کتب بھی یہاں
ملتی ہیں اور بہ کفایت ملتی ہیں۔
تاجروں سے خط و کتابت سے معاملہ طے ہو سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ۔ مولوی محمد عماد الدین انصاری ناظم کتبخانہ تجارتی مطبع قاسمی دیوبند

قال النبی صلعم

اِنّما انا قاسمٌ واللّٰہُ یُعطی

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ کتاب مؤلفہ صاحب فضل وکمال مولنا محمد یعقوب صاحب نانوتوی

یعنی

سوانح عمری

حامی اساطین الموحدین ماحی اساطیر الملحدین حجۃ اللہ علی الخلائق کاشف اسرار المعارف والحقائق مظہر کمالات السلف الصالحین وارث العلوم سید الانبیاء والمرسلین جامع الفیوض والبرکات قاسم العلوم والخیرات سیدنا ومولنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند

باہتمام جناب مولنا حبیب الرحمن صاحب دام فیضہ

در مطبع قاسمی واقع دیوبند طبع گردید

رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۳ ہجری نبوی م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی تیری قدرت کا ظہور ہے کہ یہ تماشے دکھلاتا ہے۔ پھر اُنکو پردۂ اخفا میں
چھپاتا ہے۔ کیا کیا آفتاب طلوع ہوئے اور چمک دمک دکھلا کر پھر غروب ہو گئے سب
صفت وثنا تیری ہی ہی جسکی تعریف ہے اور سب وصف کمال تیرا ہی ہے جس کسی کی توصیف
ہے۔ تو ہر عیب سے پاک و بری اور سب تیرے قبضہ میں خشکی ہو یا تری۔ آسمان
ایک بلبلا ہے اور زمین ایک مشتِ خاک۔ اور تو سب میں جلوہ گر اور سب سے برتر و
پاک کس زبان سے تیری ثنا ہو سکے جب فخر الاولین والآخرین سید المرسلین رحمت
للعالمین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ فرماتے ہیں لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ
کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ لاکھوں بلکہ لا انتہا رحمت وسلام وصلوٰۃ نثار روح
پاک اور تمام آل واصحاب پر بلکہ تمام ارواح طیبین وطاہرین علماء وزہاد وفقرا
وعباد پر۔ آمین۔ **بعد حمد وصلوٰۃ** بندۂ احقر ذرۂ کمتر **محمد یعقوب** نانوتوی ابن
مقدام العلماء جناب مولوی **مملوک العلی** مرحوم نانوتوی عرض رساں خدمت احباب
ہے کہ آپ صاحبان نے احقر سے فرمایا تھا کہ جو کچھ حال وسوانح عمری حضرت مخدوم

مکرم جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کے یاد آئیں مناسب ہے کہ بذیل تحریر جمع
ہو جائیں۔ تا ہمارے اور آئندہ لوگوں کے لئے یادگار رہے آپ لوگوں کے امر کی
اجابت واجب سمجھ کر باوجود قلت فرصت مختصر مختصر جو جو یاد آتا ہے لکھتا ہوں
مولٰنا احقر سے چند ماہ بڑے تھے اُنکی پیدائش شعبان یا رمضان سنہ بارہ سو اڑتالیس
ہے اور نام تاریخی خورشید حسین اور بندہ کی پیدائش صفر کی تیرہویں سنہ بارہ سو
اُنچاس ہے اور نام تاریخی منظور احمد اور حقیر کے اور مولوی صاحب کے (علاوہ قرب
نسب) بہت سے روابط اتحاد تھے ایک مکتب میں پڑھا ایک وطن ایک نسب ہم لعب
ہوئے ایک اُستاد سے ایک وقت میں علم حاصل کیا اور بعضی کتابیں میں نے مولٰنا
سے پڑھیں ایک پیر کے مُرید ہوئے ہمسفر دو سفر حج کے رہے اور ایک زمانہ دراز تک
ساتھ رہے مگر اُن کے کمالات کا اثر ہمارے قصور استعداد سے ہم میں ظاہر نہوا مولوی
صاحب کے والد شیخ اسد علی صاحب ہرچند جناب والد مرحوم کے ساتھ دہلی گئے
تھے اور شاہنامہ وغیرہ کتابیں پڑھی تھیں اور اپنے پڑھنے کے زمانے کی (ہمارے
سامنے) حکایتیں بیان فرمایا کرتے تھے مگر حال ایسا تھا کہ گویا علم سے کچھ مناسبت ہی
نہیں رکھتے۔ تمام عمر کھیتی کی اور ویسے ہی عادات اور ڈھنگ موٹے قصبات کیسے
تھے مگر نہایت ہی صاحب مروت و اخلاق۔ کنبہ پرور۔ مہمان نواز۔ نمازی۔ پرہیزگار
تھے اُنکے والد شیخ غلام شاہ تھے احقر نے اُن کی بھی زیارت کی تھی تھوڑے پڑھے
ہوئے تھے مگر ذاکر شاغل تھے درویشوں کی خدمت کرتے تعبیر خواب میں مشہور تھے جناب
مولوی صاحب نے ایام طفلی میں یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ جل شانہ کی گود میں بیٹھا
ہوا ہوں تو اُن کے دادا نے یہ تعبیر فرمائی کہ تمکو اللہ تعالے علم عطا فرماویگا اور بہت بڑے
عالم ہوگے اور نہایت شہرت ہوگی یہ تعبیر اُن کی نہایت درست ہوئی۔ اور میری بہن نے
خواب میں دیکھا کہ ایک ترازو (چھوٹی جس سے لڑکے کھیلا کرتے ہیں) آسمان سے گری ہے

اور اُسپر ابابیل جانور سیاہ رنگ کے بہت لپٹے ہوئے ہیں اگر چھڑاتے ہیں تو چھوٹتے
نہیں سُنکریوں فرمایا کہ قحط ہوگا چنانچہ وہ قحط جس میں باندیاں بک گئیں واقع ہوا
غالبًا پانچا کال اُسکو کہتے تھے میرا نسب اور مولنا کا شیخ غلام شاہ کے پردادا میں
ملتا ہے اس طرح محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاؤالدین بن
محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد ہاشم اور محمد یعقوب بن مملوک العلی بن احمد
علی بن غلام شرف بن عبداللہ بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمد
ہاشم اور میاں شیخ محمد بخش کے بھائی شیخ خواجہ بخش میرے والد اور شیخ کرامت حسین
دیوبندی کے نانا ہوتے تھے جوانی میں دکن گئے وہاں نکاح کیا تھا وہاں ایک بیٹا
مولوی محمد ہاشم نام تھا یہاں اولاد پسری تھی اس سبب سے میرے والد کے نانا اُنکے
چچا ہوتے ہیں اور اور انواع رشتے جیسے برادری میں ہوسکتے ہیں باہم مرتبط ہیں مولوی
صاحب کے نانا مولوی وجیہ الدین صاحب نانوتوی فارسی بہت عمدہ جانتے
تھے اُردو کے شاعر تھے اور کچھ کچھ عربی سے بھی آگاہ تھے بڑے تجربہ کار اور پُرانے
آدمی ہنگام آمدنی حکومت انگریزی سہارنپور میں وکیل ہوئے اور نہایت عزت و
احترام اور تمول سے گذر انکی نہایت طبّاع اور خوش فہم تھے اور چند پشت اوپر مولوی
محمد ہاشم صاحب مرحوم میں ہمارے نسب جا ملتے ہیں اور آگے نسب حضرت قاسم بن
محمد بن ابی بکر صدیق رض میں جا پہنچتا ہے یہ مولوی محمد ہاشم زمان شاہجہاں میں مقرب
بادشاہی ہوئے اور نانوتہ میں مکان بنائے اور چند دیہات جاگیر تھے جو تبدل
حکومات کے سبب اُن کی اولاد کے پاس نہ رہے مولوی صاحب کے اور کوئی بھائی
نہ تھا ایک بہن دیوبند میں اب زندہ موجود ہیں اور اُن کے والد اور دادا صاحب کے
بھی کوئی بھائی نہ تھا بھائی پیدا ہوئے مگر لڑکپن میں مرگئے اور چچا جوانی میں مرگئے
اور دادا کے بھائی تھے وہ کسی لڑائی میں جوان عمر شہید ہوئے اور اوپر جو بھائی رہے

اُن کے اولاد پسری یہاں کوئی نہیں رہی دکن میں اُنکے اولاد ہوئی بقاعدہ معروف وہ بھی گویا ایک ہی تھے غرضکہ چار پشت تک مولنا مستفرد ہوئے جناب مولوی صاحب لڑکپن سے ذہین۔ طباع بلند ہمت۔ تیز۔ وسیع حوصلہ۔ جفاکش۔ جری۔ چست وچالاک تھے۔ مکتب میں اپنے سب ساتھیوں سے ہمیشہ اوّل رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کرلیا خط اُس وقت سب سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے جناب مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب کا تھا حضرت مخدوم کی نانہال ہمارے خاندان میں تھے اور بہن اُن کی یہاں بیاہی تھی اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت محبت واخلاص فرماتے جزو بندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں نے سیکھی اور اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھیں۔ ہمارے وطن میں ایک قضیہ پیش آیا شیخ تفضل حسین شیعہ مذہب ہوگئے تھے اور ہماری جائیداد کے شریک تھے اُن سے اور مولوی صاحب کے دادا شیخ غلام شاہ سے فساد ہوا اور شیخ تفضل حسین مولویصاحب کے ماموں میاں فصیح الدین کے ہاتھ سے زخمی ہوکر مرگئے ہر چند کہ اُس مقدمہ میں خیریت رہی اور حاکم کی طرف سے کسی کو کچھ سزا نہ ہوئی مگر بجائے مخاصمت کچھ پہلے سے تھی اب زیادہ ہوگئی تب یہ خوف ہوا کہ مبادا کوئی صدمہ مخالفوں کے ہاتھ سے اُن کو پہنچے اس لئے دیوبند اُن کو بھیجدیا یہاں مولوی مہتاب علی صاحب کا مکتب تھا شیخ کرامت حسین مرحوم کے گھر میں شیخ نہال احمد پڑھتے تھے مولویصاحب کو اُنہوں نے عربی شروع کرائی پھر سہارنپور اپنے نانا کے پاس رہے وہاں مولوی محمد نواز صاحب سہارنپوری سے کچھ پڑھا۔ فارسی اور عربی کی کتابیں اوّل کی کچھ حاصل کیں اُسی زمانہ میں احقر کے والد مرحوم حج کو تشریف لے گئے احقر ایک برس کامل وطن رہا حفظ قرآن شریف پورا ہوگیا تھا مگر صاف نہ تھا

صاف کرتا تھا مولوی صاحب سہارنپور سے وطن آئے اور اُن کے نانا کا انتقال اُس سال کے وبائی بخار میں) معہ بہت سے لوگوں کے ہوگیا تھا اُس زمانہ میں مولوی صاحب کا ساتھ رہا مولوی صاحب جیسے پڑھنے میں سب سے بڑھکر رہتے تھے ہر کھیل میں خواہ ہوشیاری کا ہو یا محنت کا سب سے اوّل اور غالب رہتے تھے خوب یاد ہے کہ اُس زمانہ میں ایک کھیل جُٹوڑ نام ہم کھیلتے تھے اور بہت پرُانے مشاق لوگ اسکو عمدہ کھیلتے تھے اور ہم نئے کھیلنے والے مات کھاجاتے تھے مولوی صاحب نے جب اُس کا قاعدہ معلوم کرلیا پھر یاد نہیں کسی سے مات کھایا ہو بہت ہوا تو برابر رہے بلکہ ہر کھیل میں جو مرتبہ کمال ہوتا تھا وہاں تک اُسکو پہنچاکر چھوڑتے دروازہ مکان کا ایک دراز کوچہ تھا اور وحشتناک جگہ تھی اور وہاں آسیب بھی مشہور تھا مگر راتوں کو بہت بہت دیر سے بے تکلّف گھر جاتے اور کچھ خوف نہ کرتے جب والد مرحوم حج سے تشریف لائے اور وطن آئے تب مولوی صاحب سے کہا کہ میں تم کو ساتھ لیجاؤنگا بعد اجازت والدہ کے دہلی روانہ ہوئے ذی الحجہ سنہ اونسٹھ کے آخر میں وطن سے چلے اور دوسری محرم سنہ ساٹھ کو دہلی پہنچے۔ چوتھی کو سبق شروع ہوئے مولوی صاحب نے کافیہ شروع کیا اور احقر نے میزان اور گلستاں والد مرحوم نے میرے ابواب کا سننا اور تعلیلات کا پوچھنا اُن کے سپرد کیا تھا اور ہر جمعہ کی رات کو کہ چھٹی ہوتی تھی صیغوں اور ترکیبوں کا پوچھنا معمول تھا یاد ہے کہ مولوی صاحب سب میں عمدہ رہتے تھے اُسی زمانہ میں ہمارے مکان سے قریب مولوی نوازش علی صاحب کی مسجد میں طالبعلموں کا مجمع تھا اُن سے پوچھ پاچھ بحث شروع ہوئی مولوی صاحب کی جب باری آئی سب پر غالب آئے اور جب گفتگو ہوتی اُس میں مولوی صاحب کو غلبہ ہوتا بلکہ ہم میں سے جو کوئی مغلوب معلوم ہوتا مولوی صاحب سے مدد چاہتا یا مولوی صاحب خود اُس کو مدد دیتے پھر تو مولوی صاحب ایسا چلے کہ کسی کو ساتھ ہونے کی گنجایش نرہی یہ معقول کی مشکل کتابیں۔ میر زاہد۔ قاضی صدرا شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے

مولوی صاحب کا دہلی پہنچنا اور کافیہ شروع کرنا

جیسے حافظ منزل سناتا ہے کہیں کہیں کوئی لفظ فرماتے جاتے اور ترجمہ تک نہ کرتے والد مرحوم کے بعض شاگردوں نے کہا بھی کہ حضرت یہ تو کچھ سمجھتے نہیں معلوم ہوتے جناب والد مرحوم نے فرمایا کہ میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا اور واقعی اُن کے سامنے بے سمجھے چلنا مشکل تھا وہ طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے کہ یہ مطلب سمجھا ہوا ہے یا نہیں اور یہی حال جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالےٰ کا تھا مولوی صاحب سے اُسی زمانہ سے دوستی اور ہم سبقی رہی آخر حدیث جناب شاہ عبد الغنی صاحب مرحوم کیخدمتمیں پڑھی اور اُسی زمانہ میں دونو صاحبان نے جناب قبلہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب دام ظلہ سے بیعت کی اور سلوک شروع کیا والد مرحوم نے مولوی صاحب کو مدرسہ عربی سرکاری میں داخل کیا اور مدرس ریاضی کو فرمایا کہ اُن کے حال سے معترض نہوجیو میں اُن کو پڑھا لونگا اور فرمایا کہ تم اقلیدس خود دیکھ لو اور قواعد حساب کی مشق کرلو چند روز میں چرچا ہوا کہ مولوی صاحب معمولی مقالے دیکھ چکے اور حساب پورا کرلیا از بسکہ یہ واقعہ نہایت تعجب انگیز تھا طلبہ نے پوچھ پاچھ شروع کی یہ کب عاری تھے ہر بات کا جواب باصواب تھا آخر منشی ذکاء اللہ چند سوال نئے کسی ماسٹر کے بھیجے ہوئے لائے وہ نہایت مشکل سوال تھے اُن کے حل کرلینے پر مولنا کی نہایت شہرت ہوئی اور حساب میں کچھ ایسا ہی حال تھا جب امتحان سالانہ کے دن ہوئے مولوی صاحب امتحان میں شریک نہ ہوئے اور مدرسہ چھوڑ دیا سب اہل مدرسہ کو علے الخصوص ہیڈ ماسٹر صاحب کو کہ اُسوقت میں مدرس اول انگریزی تھے نہایت افسوس ہوا پھر مولوی صاحب نے مطبع احمدی میں تصحیح کتب کی کچھ مزدوری کرلی اور کتابیں معمولی تمام کرچکے تھے حدیث شاہ عبد الغنی صاحب کیخدمت میں پوری کی اس عرصہ میں والد مرحوم کا گیارھویں ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ کو بمرض یرقان قبل الساریع انتقال ہوگیا ایام مرض والد مرحوم کے ممتد نہ تھے گیارہ روز کل مرض رہا مگر چار پانچ روز بہت غفلت اور کرب رہا لخلخہ

سونگھایا اور پنکھا کرنا ہر وقت تھا ہم سو جاتے تھے اور مولوی صاحب برابر بیٹھے رہتے تھے بعد انتقال مولٰنا والد مرحوم کے احقر اپنے مکان مملوک میں جو چیلوں کے کوچہ میں تھا جا رہا۔ مولوی صاحب بھی میرے پاس آرہے کوٹھے پر ایک جھلنگا پڑا ہوا تھا اُس پر پڑے رہتے تھے روٹی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی کئی وقت تک اُسی کو کھا لیتے تھے میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا اُس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دیدیا کرو مگر بدقت کبھی اُسکے اصرار پر لیلیتے تھے ورنہ وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑ رہتے تھے ایک سال کے قریب بعد انتقال والد مرحوم) احقر دہلی رہا پھر اجمیر کی نوکری کے سبب دہلی چھوٹی اور مولوی صاحب سے جُدائی پیش آئی مولوی صاحب چندروز اُسی مکان میں تنہا رہے پھر چھاپہ خانہ میں جا رہے پھر دار البقا میں چندروز رہے اُس زمانہ میں جناب مولوی صاحب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے تحشیہ اور تصحیح بخاری شریف کی کہ پانچ چھ سیپارہ آخر کے باقی تھے مولوی صاحب کے سپرد کیا مولوی صاحب نے اُسکو ایسا لکھا ہے کہ اب دیکھنے والے دیکھیں کہ اُس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے اُس زمانہ میں بعض لوگوں نے کہ مولوی صاحب کے کمال سے آگاہ نہ تھے جناب مولوی احمد علی صاحب کو بطور اعتراض کہا تھا کہ آپنے یہ کیا کام کیا کہ آخر کتاب کو ایک نئے آدمی کے سپرد کیا اُس پر مولوی احمد علیصاحب نے فرمایا تھا کہ میں ایسا نادان نہیں ہوں کہ بدون سمجھے بوجھے ایسا کروں اور پھر مولوی صاحب کا تحشیا اُن کو دکھلایا جب لوگوں نے جانا اور وہ جگہ بخاری میں سب جگہ سے مشکل ہے علے الخصوص تائید مذہب حنفیہ کا جو اوّل سے التزام ہے اور اُس جگہ پر امام بخاری نے اعتراض مذہب حنفیہ پر کئے ہیں اور اُن کے جواب لکھنے معلوم ہے کہ کتنے مشکل ہیں اب جس کا جی چاہے اُس جگہ کو دیکھ اور سمجھ لے

مولوی صاحب کا روکھی سوکھی پر قناعت کرنا

مولوی صاحب کا بخاری کی تصحیح کرنا

کہ کیسا حاشیہ لکھا ہے اور اُس حاشیہ میں یہ بھی التزام تھا کہ کوئی بات بے سند کتاب کے محض اپنی فہم سے نہ لکھی جائے اُسوقت کی اکثر حکایات سُنی سنائی عرض کرتا ہوں کیونکہ پانچ برس تک پھر ملاقات مولوی صاحب سے نہیں ہوئی جب احقر اجمیر گیا مولوی صاحب اُسی مکان میں رہتے تھے اور بعض ایک دو آدمی اور تھے پھر اتفاق سے سب متفرق ہوگئے اور مولوی صاحب تنہا رہ گئے مکان مقفل رہتا تھا رات کو مولوی صاحب کواڑ اُتار کر اندر جاتے تھے اور پھر کواڑ کو درست کر دیتے تھے اور صبح کو کواڑ اتار کر باہر ہو جاتے تھے اور پھر کواڑ درست کر دیتے تھے چند ماہ اُسی ہو کے مکان میں گذر گئے جس زمانے میں مولوی صاحب میرے پاس رہتے تھے مولوی صاحب کی صورت پر جذب کی حالت برستی تھی بال سر کے بڑھ گئے تھے نہ دھونا نہ کنگھی نہ تیل نہ کترے نہ درست کیے عجب صورت تھی مولوی صاحب کو اللہ تعالےٰ نے ایک ہیبت عنایت کی تھی اُنکے سامنے بولنے کا ہر کسی کو حوصلہ نتھا باوجودیکہ نہایت خوش مزاج اور عمدہ اخلاق تھے۔ اس لیے میں تو کچھ کہہ نہ سکا ایک اور دوست سے کہلایا تب بمشکل بال کترواکر درست کیے اور دھلوائے جوئیں بہت ہوگئی تھیں اُن سے نجات ہوئی مزاج تنہائی پسند تھا اس لیے کچھ عرض نہ ہوسکتا تھا مولویصاحب کو اوّل عمر سے اللہ تعالےٰ نے یہ بات عنایت فرمائی تھی اکثر ساکت رہتے اس لئے ہر کسی کو کچھ کہنے کا حوصلہ نہوتا تھا۔ اور باوجود خوش مزاجی اور ظرافت کے ترش رو اور مغموم جیسی صورت بنائے رہتے اور اُنکے حال سے بھلا ہو یا بُرا نہ کسی کو اطلاع ہوتی نہ آپ کہتے یہانتک کہ بیمار بھی اگر ہوتے تب بھی بشدت کیوقت کبھی کسی نے جان لیا تو جان لیا ورنہ خبر بھی نہ ہوئی اور دوا کرنا تو کہاں۔ بعضے احباب کی زبانی سُنا ہے کہ چھاپے خانے میں جناب مولوی احمد علی صاحب کے جب مولوی صاحب کام کیا کرتے تھے مدتوں یہ لطیفہ رہا کہ لوگ

انکساری حضرت مولینا صاحب

مولوی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں اور آپ بولتے نہیں کوئی نام لیکر پکارتا خوش ہوتے تعظیم سے نہایت گھبراتے بے تکلف ہر کسی سے رہتے اب تک جو شاگرد یا مرید تھے اُن سے یارانہ کے طور پر رہتے اور کچھ اپنے لئے صورت تعظیم کی نہ رکھتے علمار کی وضع عمامہ یا کرتہ کچھ نہ رکھتے ایک دن آپ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ میں کہتا ہوں اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا اُن میں سے ظاہر ہوئے اور آخر سب کو خاک میں ہی ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا مسئلہ کبھی نہ بتلاتے حوالہ کسی پر فرماتے فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر کرنا تو درکنار اوّل امامت سے بھی گھبراتے آخر کو اتنا ہوا کہ وطن میں نماز پڑھا دیتے تھے وعظ بھی نہ کہتے تھے جناب مولوی مظفر حسین صاحب مرحوم کاندھلوی نے اوّل وعظ کہلوایا اور خود بھی بیٹھکر سنا اور بہت خوش ہوئے۔

وعظ مولوی صاحب

جناب مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی اس آخری زمانہ میں قدما کے نمونہ تھے تقویٰ اللہ اکبر ایسا تھا اور اس سے وہ نسبت پیدا تھی کہ مشتبہ چیز اگر معدہ میں پہنچگئی تو اُسی وقت قے ہو جاتی تھی اور اتباع سنت نہ ایسا دیکھا اور نہ ایسا سُنا سبحان اللہ بیواؤں کے نکاح کی بنا ان اطراف میں اوّلاً اُن سے ہی ہوئی اور والد مرحوم نے اُسکو نہایت خوبصورتی سے اجرا فرمایا اور اُن دونوں بزرگواروں کے قدم قدم حضرت مولینا نے اُس کو پورا شائع کیا یہ اجرا ان صاحبان کے نامۂ اعمال میں تا بقیامت رہیگا اور ایک یہ کیا ہزاروں دین کی باتیں ایسی ہی کیں جناب مولوی مظفر حسین صاحب کیخدمت میں اُس زمانہ سے نیاز تھا جبکہ حضرت مولوی صاحب دہلی تشریف لاتے تو والد مرحوم کے پاس ہمارے مکان میں فروکش ہوتے اور والد مرحوم جب وطن جاتے تو کاندھلہ ہو کر جاتے جب وطن سے لوٹتے کاندھلہ ٹھہر کر دہلی روانہ ہوتے اور یہی حال جناب حاجی امداد اللہ

مولوی صاحب کا نکاح

صاحب سے تھا۔ تھانہ بھون میں آتے جاتے ملاقات کرآتے۔ یا وہاں مقام
ہی ہوتا سبحان اللہ کیا جلسہ تھا پیر محمد والی مسجد میں وہ گلزار تھا کہ شب و روز
سوائے ذکر اور قال اللہ اور قال الرسول کچھ اور دھیان نہ تھا آخر شب میں ذکر جہر کا
یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اُٹھتے اور توفیق ذکر اللہ کی پاتے غرضکہ یہ آنا جانا اور
ملاقاتیں اُن صاحبان کی خدمت میں نیاز کے سبب ظاہر ہوئی ورنہ جو لکھا ہوا تھا
وہ ہر طرح ہوتا تھا۔ مولوی صاحب نکاح نہ کرتے تھے اور جناب بھائی اسد علی
صاحب حضرت کے والد کو ادھر تو ترک نوکری اور اختیار درویشی کا رنج تھا ادھر
یہ فکر ہوئی کہ دیوبند رشتہ کیا تھا آخر جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں
عرض کیا کہ حضرت کے فرمانے سے نکاح پر راضی ہوئے مگر یہ شرط کی کہ تمام عمر زوجہ
کے نفقہ اور اولاد کی پرورش کے لئے کچھ کما لانے کے مجھ سے متقاضی نہوں بیچاروں
نے ناچار یہ شرط قبول کی نکاح ہو گیا اب نوکری اگر آپنے کی تو کیا کی کسی چھاپہ خانہ
میں چار پانچ روپے کی تصحیح کی خدمت قبول کی اور پھر مزاج میں مہمان نوازی اور
سخاوت بھلا کیا بچتا کہ گھر دیتے بلکہ جب وطن آتے اور یہاں مہمان آتے والدین کو
دشواری ہوتی تب یہ کیا کہ بی بی کا زیور اُس کی اجازت سے بیچکر صرف کر دیا۔ وہ
ایسی تابعدار تھیں کہ والدین کی خدمتیں جو مشقت اُٹھائی مولوی صاحب کی
مزاجداری اُن کو علاوہ برآں ہوئی اور والدین کی رضا کے لئے جب ناخوش ہوتے
تو اُن کو ہی کچھ کہہ لیتے آخر میں اُن کے بڑے شکرگذار رہے اور اللہ جلشانہ نے بہت

احوال سخاوت مولوی صاحب

کچھ عنایت فرمایا جو کچھ فتوح ہوتی اُن کے حوالے کر دیتے اور وہ اللہ کی بندی خدا
سلامت رکھے ایسی سخی اور دست کشادہ ہے کہ جناب مولوی صاحب کی مہمانداری
کو اُسی کے باعث رونق تھی کبھی یاد نہیں کہ کسی وقت کوئی آ گیا ہو اور گھر میں
کھانا نہ ملا ہو بلکہ خود فرماتے کہ ہماری سخاوت احمد[ل] کی والدہ کی بدولت ہی جو میں قصد

[ل] احمد مولنا مرحوم کے بڑے صاحبزادیکا نام ہے۔ ۱۲

کرتا ہوں وہ مہمان نوازی میں اُس سے بڑھکر کرتی ہیں۔ چاول نانوتہ میں بہت
پیدا ہوتے ہیں مہمانوں سے فرماتے کہ ہمنے تمہارے لئے چاول پکانے میں تکلف
نہیں کیا بلکہ ہمارے گھر آمدنی اراضی کے یہی چاول ہوتے ہیں وہی تمہارے آگے پکا کر
رکھ دیتے ہیں اور مہمانوں کے کھلانے میں مولوی صاحب کو کچھ دریغ نہوتا تھا ایک
بار دسترخوان پر کھچڑی کے ساتھ بہت سا گھی آیا دس پندرہ آدمی تھے جناب
مولوی رشید احمد صاحب نے فرمایا کہ اتنا گھی یہ فضول ہے اُس میں سے آدھا رکھ لیا
اور آدھا گھر بھیجدیا ایک بار مہمانوں کی کسی سواری کیلئے دلنے کی ضرورت تھی چنے
نہ ملے کہ دانہ دَل کر دیویں گھر میں کابلی چنے رکھے ہوئے تھے وہی دلوا کر دانہ دیدیا
مہمان نوازی مولوی صاحب پر ختم ہے مجھے یاد ہے کہ مولوی صاحب نے لڑکپن میں
ایک خواب دیکھا تھا اُس کی تعبیر یہی تھی۔ یوں دیکھا تھا کہ میں مرگیا ہوں اور لوگ
مجھے دفن کر آئے تب قبر میں حضرت جبرئیل تشریف لائے اور کچھ نگین سامنے
رکھے اور کہا یہ اعمال تمہارے ہیں ان میں ایک نگین بہت خوشنما اور کلاں ہے
اُسکو فرمایا کہ یہ عمل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ہے۔ ایام طالب علمی میں مولوی
صاحب نے ایک اور خواب دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں
سے نکلکر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ جناب والد مرحوم سے ذکر کیا اُنہوں نے
فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا جس زمانہ میں نکاح ہوا اور والد کو
یہ خیال تھا کہ اپنا سے زمانہ کی طرح جب نکرہو گا آپ نوکری کر ہی لیں گے اور بعد
گذرنے کتنی مدت کے کچھ نہ کیا تب مایوس ہوگئے اور اُن کو اس امر کا بہت رنج
تھا کہ اور بھائی بڑھکر نوکر ہوگئے کوئی پچاس کا کوئی سو کا کوئی کم کوئی زیادہ۔
سب خوش و خرم ہیں اور ان کا حال ویسا ہی اور آمدنی اراضی کی مکتفی خرچ کو
نہوتی تھی جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو

خواب دوسرا

یہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں کچھ کماتا تو ہمارا یہ افلاس دور
ہو جاتا تمنے اسے خدا جانے کیا کر دیا کہ یہ نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے حضرت
اُسوقت تو ہنسکر چپ ہو رہے پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونے والا ہے کہ وہ
سو پچاس والے سب اسکی خادمی کرینگے اور ایسی شہرت ہوگی کہ اسی کا نام ہر طرف
پکارا جائیگا اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا کچھ دیگا
کہ اُن نوکروں سے یہ اچھا رہیگا جناب بھائی اسد علی صاحب کی ہی زندگی میں
اللہ تعالے نے وسعت دی اور مولوی صاحب سے بہت خوش اُنہوں نے انتقال
کیا اور تصدیق اس پیشین گوئی کی اپنی آنکھ سے دیکھ گئے قدر مریدوں کی پیر ہی
پہچانتے اور جو ایسی نظر رکھے وہی جانے حضرت نے آخر میں ضیاء القلوب
کی چند سطر ان دونوں صاحبان کی تعریف میں لکھی ہیں نہایت درست ہیں یوں
حضرت نے اپنی کسر نفسی کو کام فرمایا ہے مگر اظہار مرتبہ ان دونوں صاحبان کا اُس
سے منظور ہے اور خود احقر سے ارشاد فرمایا تھا اول حج میں جب حاضر خدمت ہوا
تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب میں اور مجھ میں کچھ فرق نہیں لوگوں کو یہاں آنیکی
کیا ضرورت ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب کو فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے
زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے اس کمال
پر یہ ضبط عنایت فرمایا کہ کبھی کوئی کلمہ خودستائی کا یا کسی طرح کوئی صورت رعونت
یا خود بینی کی خلوت جلوت تنہائی مجمع اپنے بیگانوں میں کبھی ظاہر نہیں ہوتی
تھی اب اس سفر میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب کی تحریر
و تقریر کو محفوظ رکھا کرو اور غنیمت جانو ہائے افسوس یہ خبر نہ تھی کہ اسکے یہ معنی ہیں
اور یہ واقعہ یوں اچانک آجائیگا چند بار شدت مرض ہو کر اللہ تعالیٰ نے شفا دی
دی تھی ابکی بار بھی وہی خیال باندھ رکھا تھا کیا کیجیے جو باتیں رہگئیں رہگئیں اب سوائے

افسوس کیا ہوسکتا ہے جو تحریریں ناتمام رہ گئیں اب بھلا کون اُن کو تمام کرسکتا ہے
اور جنہیں کچھ نقصان ہوگیا اُن کی تکمیل کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ بعد نکاح والد اکثر
مکدر رہتے تھے اور آرزو کرتے تھے کہ کوئی پوتا ہوتا تو اُس سے اُمید نسل جاری
ہونے کی بندھتی اول کئی لڑکیاں ہوئیں جن میں سے دو زندہ اب ہیں ایک بزرگ نے
کہا کہ تم یہ آرزو کرتے ہو اور مولوی صاحب کو ناخوش رکھتے ہو اُن کو مکدر نہ کرو اللہ
تعالے تم کو بھی خوش کریگا تب سے مولوی صاحب کی اکثر مزاجداری کرتے اور مہمانوں
کی خدمت اور تواضع سے کسی طرح نہ گھبراتے تب اللہ تعالے نے میاں احمد کو عنایت کیا
آج بحمدہ تعالے میاں احمد جوان ہیں اٹھارہ برس کی عمر ہے اللہ تعالے اپنے والد کی
مثل کرے آمیں اور میاں ہاشم پیدا ہوئے آج اُنکی عمر آٹھ برس کی ہے یہ نام مولوی
صاحب کے والد کا رکھا ہوا ہے اس عرصہ میں کئی لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئیں اور چھوٹی
ہی عمر میں چل بسیں اب ایک لڑکی تین چار برس کی آخری اولاد ہے اللہ ان سبکو
عمر و سعادت و خوبی نصیب کرے اور مولوی صاحب کا نام اُنکی نسل سے قایم رکھے
ہمارے بھائی اسد علیصاحب بڑے سیدھے آدمی تھے حقہ بہت پیتے تھے مولویصاحب کو
حقہ سے نفرت تھی ایک بار حقہ بھرنے کو کہا مولوی صاحب باپ کے تابعدار تھے حقہ
بھر کر سامنے لا رکھا جب لوگوں نے سُنا بہت ملامت کی۔ کہا میں کہکر خود نادم ہوا
پھر کبھی مولوی صاحب سے نہ کہا۔ والد سے اس بات پر اکثر مکدر رہتا تھا مولوی صاحب
مسجد میں رہتے رات کو مسجد میں سو رہتے کھانا مسجد میں کھاتے پیر بھائی دو تین تھے
اُن کو کہا تھا کہ سب کھانا لایا کرو اور مل کر کھالیا کریں گے پا پیادہ چلتے جفاکشی کرتے
اُن کو رنج ہوتا۔ مولویصاحب ایسے جفاکش تھے اوّل میں جب ضرورت نہانے کی ہوتی
تھی مسجد میں گرم پانی ہوتا تھا اور تہجد کے وقت نہاتے مگر شرم کے سبب تالاب میں
جاکر نہا لیتے یہ کڑ کڑاٹ کا جاڑا اور پالا اور مولوی صاحب تالاب میں نہائیں مولوی

مولویصاحب کی اولاد کا حال

مولوی صاحب کی کسر نفسی

مولویصاحب کی جفاکشی اور باوجود سواری پیادہ پا چلنا

صاحب نے ریاضتیں ایسی کی ہیں کہ کیا کوئی کریگا۔ اشغال دشوار جیسے حبس اور سہ پایہ مدت تک کیے ہیں اور بارہ تسبیح اور ذکر ارہ کا دوام تھا ہی سر کے بال شدت حرارت کے سبب اُڑ گئے تھے۔ حرارت مزاج میں ایسی آگئی تھی کہ کسی صورت سے فرو نہوتی تھی کیونکہ یہ حرارت قلب کی تھی اور اُسکے نکلنے کی کوئی صورت نہوئی یہی آخر مرض کا باعث ہوئی اور اُسی میں آخر انتقال کیا۔ آمد معانی۔ اور مضامین کی ایسی تھی یوں فرماتے تھے کہ بعضی بار حیران ہو جاتا ہوں کہ کیا کیا بیان کروں۔ اور اکثر تقریر طویل کے سبب کہیں سے کہیں نکل جاتے باقی احوال کو اللہ جانے باوجودیکہ کشف تمام تھا مگر کبھی زبان سے کچھ نہ فرماتے ادنے ادنے اہل نسبت کے پاس بیٹھنے سے اثر ہوتا ہے مولٰنا کو یہہ ضبط تھا کہ کبھی کچھ اثر ظاہر نہوتا تھا۔ ایک بار مولوی صاحب نے میرٹھ میں مثنوی مولانا روم پڑھانا شروع کی دو چار شعر ہوتے اور عجیب وغریب مضمون بیان ہوتے ایک صاحب کہ کچھ رنگ باطنی رکھتے تھے سُن کر یوں سمجھے کہ یہ اثر تبحر علمی کا ہے اور چاہا کہ کچھ مولٰنا کو فیض باطنی دیا جائے درخواست کی کہ کبھی تنہا ملیئے آپنے فرمایا مجھے کار چھاپہ خانے کا اور پڑھانا طلبہ کا رہتا ہے تنہائی کہاں آپ جب چاہیں تشریف لائیں وہ صاحب ایک روز تشریف لائے اور کہا کہ آپ ذرا میری جانب متوجہ ہوں اور خود آنکھ بند کر کے مراقب ہوئے مولٰنا سبق پڑھا رہے تھے البتہ پڑھانا موقوف کر دیا مگر کبھی آنکھ کھلی اور کبھی قدرے بند اُن کی طرف متوجہ ہوئے اُن کا یہ حال ہوتا تھا کہ کبھی قریب گرنے کے ہو جاتے تھے اور پھر سنبھل بیٹھتے تھے کچھ دیر یہ معاملہ رہا پھر وہ اُٹھکر نیچی نگاہ کیے چلے گئے پھر بہت معذرت کی مولٰنا کی کسر نفسی نے اُن کے کمال کو ہرگز ظاہر نہونے دیا اور جو کچھ ظاہر ہوا میرے گمان میں بامر اللہ تھا ہرگز اپنی طرف سے اظہار کسی امر کا نفرماتے تھے۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی جب احقر بنارس سے وطن کی طرف پہنچا اتفاق نانوتہ جانے کا نہ ہوا

مولوی صاحب کے اذکار و اشغال

مولوی صاحب کی آمد معانی کا بیان

کا ضبط مولوی صاحب کا

دیوبند میں اہل وعیال چھوڑ کر رڑکی چلا گیا وہاں کام نوکری کا کرنے لگا اتفاق گھر جانے
کا ہوا مولوی صاحب گھر تھے میں نے عرض کر بھیجا کہ ملنے کو جی چاہتا ہے اور مجھے
فرصت نہیں خود پیادہ پا دو منزلہ طے کر کے احقر کے ملنے کو تشریف لائے اور ہمیشہ
جب تک قوت تھی کبھی سواری کی طرف رخ نہ تھا اُسی عرصہ میں غدر ہوگیا بعد رمضان
احقر کو سہارنپور لینے کو تشریف لائے چند آدمی اور وطن دار ساتھ تھے اُس وقت
راہ چلنا بدون ہتھیار اور سامان کے دشوار تھا جب احقر وطن پہنچا چند ہنگامے
مفسدین کے پیش آئے جس میں مولینا کی کمال جرأت وہمت ظاہر ہوئی اُسی زمانہ
میں ہمارے بھائی ہم عمر اکثر بندوق اور گولی لگانے میں مشق کرتے رہتے تھے ایک
دن آپ مسجد میں سے آئے کہ ہم گولیاں لگا رہے تھے اور نشانہ کی جائے پر ایک
نیم کا پتہ رکھا تھا اور اُسکے گرد ایک دائرہ کھینچا تھا قریب سے بندوق لگاتے
تھے گولیاں مٹی کی تھیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ بندوق کیونکر لگاتے ہیں مجھے
بھی دکھلاؤ کسی نے ایک فیر کی اور قاعدہ نشانہ کا ذکر کیا تب بندوق ہاتھ میں لیکر
فیر کی صاف گولی نشانہ پر لگی اور وہ سب مشاق کتنی دیر سے لگا رہے تھے دائرہ میں
لگ جانے کو نشانہ پر پہنچا جانتے تھے اور یہ بات اتفاقی نہ تھی اپنی فہم سے حقیقت
نشانہ بازی کی سمجھ کر بدن ایسی وضع پر سادھ لیا جو فرق ہو جانے کی وجہ بھی نہ ہوئی
تیراندازوں کو دیکھا ہے کہ سر سے پا تک ایک خط مستقیم ہو جاتے ہیں حاصل یہ کہ
اُس طوفان بے تمیزی سے سب لوگ گھبراتے تھے ہمنے کبھی مولانا کو گھبراتے نہ دیکھا
خبروں کا اُس وقت میں چرچا تھا۔ جھوٹی سچی ہزاروں گپ شپ اُڑا کرتی تھیں مگر
مولوی صاحب اپنے معمولی کام بدستور انجام فرماتے تھے چند بار مفسدوں سے
نوبت مقابلہ کی آگئی اللہ رے مولوی صاحب ایسے ثابت قدم تلوار ہاتھ میں اور
بندوقچیوں کا مقابلہ ایک بار گولی چل رہی تھی یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے

دیکھا جانا گولی لگی ایک بھائی دوڑے پوچھا کیا ہوا فرمایا کہ سر میں گولی لگی عمامہ اُتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔ اُنہیں دنوں ایک نے منھ در منھ بندوق ماری جس کے سنبھے سے ایک مونچھ اور کچھ ڈاڑھی جل گئی اور کچھ قدرے آنکھ کو صدمہ پہنچا اور خدا جانے گولی کہاں گئی اور اگر گولی نہ تھی تو اتنے پاس سے سُنبھ بھی بس تھا مگر حفاظت الٰہی بر سر تھی کچھ اثر نہ ہوا اس زخم کی خبر اجمالی بعض دشمنوں نے جو سُنی تو سرکار میں مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں شریک تھے حالانکہ مولانا فسادوں سے دور تھے ملک و مال کے جھگڑے اگر سر رکھتے تو یہ صورت ہی کیوں ہوئی کہیں کے ڈپٹی یا صدر الصدور ہوتے اس لئے حاجت روپوشی کی ہوئی حضرت حاجی صاحب بھی ایسے ہی باعث سے روپوش ہو گئے تھے۔ ایام روپوشی میں ایک روز دیوبند میں زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں زینہ میں آکر فرمایا پردہ کر لو میں باہر جاتا ہوں عورتیں تو سے رُک نہ سکے باہر چلے گئے بعضے مرد بازار میں تھے اُن کو اطلاع کی وہ اتنے میں مکان پر پہنچے دوڑ سرکاری آدمیوں کی پہنچ گئی تھی اُنہوں نے آکر تلاشی لی ہر چند بظاہر مولوی صاحب کی تلاش نہ تھی مگر پھر خوف کی جگہ تھی اسکے بعد سے مسجد میں رہتے اور پھر کسی نے تعرض نہ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چند بار بچا لیا اس زمانہ کی کیفیات عجیب عجیب گذری ہیں لکھنا اُن کا طول ہے۔ اُسی وقت میں دیوبند اور انبہٹہ وغیرہ مختلف جائے پر متفرق اوقات میں رہے۔ بوڑیہ۔ گمتھلہ لاڈوہ۔ پنجلاسہ۔ جمنا پار کئی دفعہ گئے آئے آخر حضرت حاجی صاحب عرب کو روانہ ہو گئے احقر کو بعد اُن کے یہی سوجھی کہ تو بھی چل مولانا کی روپوشی محض عزیزو

اقارب کے کہنے سے تھی ورنہ اُن کو اپنی جان کا کچھ خیال نہ تھا مولینا نے بھی ارادہ کیا اس روپوشی کی بلا کے سبب والدین نے بخوشی اجازت دیدی احقر بے سامان تھا قلیل سا زادراہ بہم پہنچایا تھا مگر مولوی صاحب کی بدولت وہ سب راہ بخیر وخوبی طے ہوئی ہرچند مولوی صاحب بھی بے سامان تھے مگر بدولت توکل سب راہ بخیر وخوبی پوری ہوئی اور سب کام سرانجام ہو گئے کشتیوں کی راہ پنجاب ہو کر سندھ کی طرف کو گئے کراچی سے جہاز میں بیٹھے۔ جمادی الثانی سنہ بارہ سو ستنتر میں روانہ ہوئے اور آخر ذیقعدہ میں مکّہ معظمہ پہنچے بعد حج مدینہ شریف روانہ ہوئے اول سفر مراجعت کی اوسی مہینے کے آخر میں جہاز میں بیٹھے ربیع الاوّل کے آخر میں بمبئی آئے جمادی الثانی تک وطن پہنچے جاتی دفعہ کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے تھے رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اوّل وہاں سنایا اور جہاز میں کیا سیر تھا بعد عید مکّہ پہنچکر حلوائے مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہوا تھا آہستہ آہستہ پڑھتے اور یاد کر لیتے اور حافظوں کے نزدیک ٹھیرا ہوا ہے کہ بلند آواز سے یاد ہوتا ہے بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں مینے یاد کیا ہے اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اُس سے زاید یاد کر لیا اور جب سُنایا ایسا صاف سُنایا جیسے اچھے پُرانے حافظ پھر تو اکثر بہت بہت پڑھتے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے اگر کوئی اقتدا کرتا رکعت کر کے اُسکو منع فرمادیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے بعد زیارت حرمین شریفین ایک برس کچھ کم و زیادہ میں وطن

مولوی صاحب کا قرآن شریف حفظ کرنا۔

آئے مراجعت براہ بمبئی اور ناسک ہوئی ریل ناسک تک تھی وہاں سے گاڑیوں
میں آئے پیچھے بعد تحقیقات سرکار نے مطالبہ اٹھا دیا تھا چند خاص شخصوں کی
نسبت جنپر سرکار کا شبہ قوی تھا اشتہار جاری رہا پھر گھر پر اپنے رہے غدر
میں دہلی کا تو سب کارخانہ درہم و برہم ہو گیا تھا مولوی احمد علی صاحب کا مطبع
گیا گذرا تھا اُس زمانہ میں سوائے وطن اور کوئی جگہ جانے کی نہ تھی کبھی وطن کبھی
دیوبند رہتے تھے اُسی وقت میں احقر نے حضرت سے بخاری قدرے پڑھی پھر
منشی ممتاز علی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ کیا مولوی صاحب کو پرانی دوستی
کے سبب بُلا لیا وہی تصحیح کی خدمت تھی یہ کام برائے نام تھا مقصود اُن کا مولوی
صاحب کو اپنے پاس رکھنا تھا احقر اُس زمانہ میں بریلی اور لکھنؤ ہو کر میرٹھ میں اُسی
چھاپہ خانہ میں نوکر ہو گیا منشی جی حج کو گئے تھے اُس وقت میں ایک جماعت نے
مسلم پڑھی احقر بھی اُس میں شریک رہا وہی زمانہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی
گئی مولوی فضل الرحمن اور مولوی ذوالفقار علی اور حاجی محمد عابد صاحب نے
یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قایم کریں مدرس کیلئے تنخواہ پندرہ روپے
تجویز ہوئے اور چندہ شروع ہوا چند ہی روز گذرے کہ چندہ کو افزونی ہوئی
اور مدرس بڑھائے گئے اور مکتب فارسی اور حافظ قرآن مقرر ہوئے۔ اور
کتب خانہ جمع ہوا مولوی محمد قاسم صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آئے اور
پھر ہر طرح اس مدرسہ کے سرپرست ہوئے مدرسہ کے احوال لکھنا یہاں طول لاطائل
ہے سالانہ کیفیتوں سے یہ سب امر واضح ہو جاتے ہیں ۱۲۸۵ھ میں مولینا کو حج
کی پھر سوجھی چند رفقا کو ساتھ لیکر حج کر آئے اور منشی ممتاز علی صاحب بھی اُسی
سال بقصد قیام عرب کو گئے مگر ایک سال بعد واپس آگئے پھر مولوی صاحب

دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد

مولوی صاحب کی مدرسہ پر سرپرستی

مولانا صاحب کا میرٹھ میں درس [illegible] دینا اور تحقیقات عجیب و غریب بیان کرنا

دہلی گئے منشی جی کا چھاپہ خانہ دہلی میں ہوا منشی جی کے پیچھے میرٹھ میں مولوی محمد ہاشم صاحب کے مطبع میں کام کیا اُس زمانہ میں پڑھانا اکثر رہتا تھا سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے تھے اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے تھے کہ نہ کسی نے سُنے نہ سمجھے اور عجائب غرائب تحقیقات ہر فن میں بیان فرماتے جس سے تطبیق اختلافات اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بن تک ہوجاتی تھی۔ آج اُن کے فیض تعلیم کا اثر موجود ہے ہر چند ذرۂ آفتاب کا کیا نمونہ مگر پھر اُسی جمال کا آئینہ ہے اور وہی اُسکی حوصلہ کی موجب اُسمیں جلوہ گر ہے جو چاہیں دیکھ لیں اور اُن کی تحریرات و تقریرات کو سُن لیں مولوی صاحب نے اس عرصہ میں چند تحریرات کے بعضے جواب کسی سوال کے بعض فرمایش کسی دوست کی بعض اتفاقیہ اگرچہ مجموعہ اُن کا کثیر ہے مگر ایسے پریشان ہیں کہ اجتماع اُن کا مشکل ہے زیادہ تر فیض رسانی کی طرف اسی زمانہ میں توجہ ہوئی مولوی صاحب سے پڑھنا نہایت ہی دشوار تھا جو شخص طباع ہو اور پہلے سے اصل کتاب سمجھا ہوا ہو تب مولوی صاحب کی بات سمجھ سکتا تھا ہر چند مولوی صاحب نہایت ہندی کی چندی کر کر بیان فرمائے مگر پھر مشکل بات مشکل ہی ہوتی ہے اسی زمانہ کے درمیان میں دہلی میں

مولوی صاحب کا [illegible] پادری سے [illegible] کرنا

پادریوں کے وعظ کا چرچا تھا اور مسلمانوں میں سے بعضے بیچارے اپنی ہمت سے اُن سے مقابلہ کرتے تھے۔ کوئی اہل علم جن کا یہ کام تھا اس طرف توجہ نہ کرتا تھا۔ مولوی صاحب نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ تم بھی کھڑے ہو کر بازار میں کچھ بیان کیا کرو اور جہاں وہ لوگ مقابلہ نصاریٰ بیان کرتے ہیں اُن کی امداد کیا کرو آخر مباحثہ کی ٹھیری اور مولوی صاحب بے کسی صورت و شکل بنائے اور اپنا نام چھپائے جا موجود ہوئے ایک پادری تارا چند نام تھا

اُس سے گفتگو ہوئی آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا اُسی زمانہ سے مولوی
منصور علی صاحب دہلوی سے جو فن مناظرہ اہل کتاب میں یکتا ہیں ملاقات ہوئی
مولوی منصور علی صاحب بیبل کے گویا حافظ ہیں اور اُن کا طرز مناظرہ بھی جدا گانہ
ہے اب اُنہیں کے شاگرد بمقابلہ پادریوں کے دہلی میں وعظ کہا کرتے ہیں اتفاقات
تقدیر سے ۱۲۹۳ھ بارہ سو ترانوے ہجری میں چاندپور ضلع شاہجہانپور میں کوئی
تعلقہ دار ہے پیارے لعل اصل ہندو کبیر پنتھی ہے اُسکو شاید میل نصرانیت کیطرف
ہوا اُس نے ہندو پنڈت اور پادری نصاریٰ اور عالم مسلمانوں کو جمع کرنا چاہا کہ

انعقاد میلہ خدا شناسی

باہم ایک گفتگو ہو اور تحقیق مذہبی کا ایک میلہ قایم کیا اور میلہ خداشناسی اس کا
نام رکھا بریلی اور وہاں کے اطراف کے لوگوں نے مولوی صاحب کو اطلاع کی مولوی
صاحب نے سامان سفر درست کیا اور روانہ ہوئے اور دہلی سے مولوی منصور علی صاحب
کو بلوایا اور یہاں سے بعضے اور لوگ ساتھ روانہ ہوئے شاہجہانپور پہنچے اور وہاں سے
اُس گاؤں میں پہنچے اوّل گفتگو کے باب میں اور اُسکے وقت مقرر کرنے میں ایک
بحث رہی پھر آخر گفتگو ہوئی طرز گفتگو کی نہ تھی بلکہ ہر شخص اپنی باری پر کچھ بیان کرتا

تنقیح مذہبی

کرتا تھا ہرچند وقت مقید تھا مگر مولوی صاحب نے ابطال تثلیث و شرک
اور اثبات توحید ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے کیفیت
اُس جلسہ کی چھپی ہوئی ہے جو کوئی چاہے دیکھ لے مولانا کی تقریر اُس میں مندرج
ہے آخر میں حسب عادت پادریوں نے بحث تقدیر پیش کی پادری جب عاجز آتے
ہیں یہی مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں مولانا نے اس مشکل مسئلہ کو ایسا بیان فرمایا کہ ہر
عام و خاص کی سمجھ میں بخوبی آگیا۔ اگلے سال یعنی ۱۲۹۴ھ میں پھر اُس جلسہ کی
خبر ہوئی پھر مولینا تشریف لے گئے اس سال میں مجمع ہنود میں ایک بہت بڑے

پنڈت دیانند سرستی نامور تھے ہرچند نوایجاد مذہب اُن کا توحید اور انکار بت
پرستی میں اور عام ہنود کی نسبت جُدا گانہ ہے مگر بید کے ایمان اور بعضے اور مسایل
جیسے آواگون وغیرہ میں برابر ہیں تقریر اس شخص کی اکثر الفاظ سنسکرت کیساتھ
ملی ہوئی تھی اسلئے دشواری ہوئی مگر مولوی محمدؐ علی صاحب جو بمقابلہ مذہب ہنود
مشہور ہیں اُنہوں نے کچھ اس کا جواب کہا پھر مولننا نے بحث وجود اور توحید
کا ذکر کیا اور ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اُسکے استماع کے اور کام
نہ تھا پھر کچھ گفتگو تحریف کی ہوئی یہ بھی بحمد اللہ تعالےٰ الزام تحریف کا اُن کے
اقرار سے ثابت ہوا حتےٰ کہ پادری لوگ عین جلسہ میں سے ایسے بے سروپا بھاگے
کہ ٹھکانا نہ معلوم ہوا۔ اپنی بعض کتابیں بھی بھُول گئے۔ اس جلسہ سے جناب
کامیاب واپس آئے اور نصرت دین اسلام کہ تا بقیام قیامت منصور رہیگا۔ اُن کی
ذات سے پوری ظاہر ہوئی اور ان دو سال کے جلسوں میں عام مخلوق نے جان
لیا کہ یہ شخص کس پایہ کا ہے اور فضل الٰہی کی کیا صورت ہوا کرتی ہے۔ جز تایید آسمانی
نیست کا نقشہ ظاہر ہوگیا حتےٰ کہ پادری بھی بول اُٹھے کہ اگر تقریر پر ایمان لایا جاتا تو
یہ تقریر خوش ایسی لطیف اور دلمیں اثر کرنے والی ہے کہ اس پر ایمان
لائے مگر ایمان جس کے نصیب میں ہے وہ ہی اُس سے مشرف ہوتا ہی ورنہ حق
واضح ہے کیفیت اس میلہ کی وہاں سے آکر مرتب ہوگئی تھی مگر اتفاق طبع کا نہو سکا
اب کہ مرض اور وقت آخر تھا طبع اُس کا شروع ہوا اب اُمید ہے کہ ختم ہوکر مشتہر[لہ]
ہوا اور سب صاحب اُس سے مستفید ہوں اُس وقت میں یہ سُنا تھا کہ غالباً حاجت
کسی تحریر کے پیش کرنے کی بھی ہوگی۔ اُس پر مولوی صاحب نے وہیں بیٹھ کر
کچھ تحریر کیا تھا اور اُس کا نام حجۃ الاسلام رکھا ہے وہ کتاب طبع ہوگئی ہے پھر

فا حجۃ الاسلام کا طبع ہونا

لہ مدت ہوئی کہ وہ کتاب طبع ہوگئی ۱۲

اُسی سال ارادہ جناب مولٰنا مولوی رشید احمد صاحب کا حج کو جانے کا تھا حقیر
بھی تیار ہوا اور چلتے ہیں مولٰنا کو بھی ساتھ لے ہی لیا اور مولوی صاحب کے ساتھ
اور کچھ کتنے ہی متعدد خادم آپکے روانہ ہوئے شوال ۱۲۹۴ھ میں روانہ ہوئے اور
ربیع الاول ۹۵ھ کے اول پھر اپنے وطن واپس آئے اس سفر میں تمام قافلہ علماء کا
تھا اٹھارہ بیس مولوی فاضل ساتھ تھے اور عجب لطف کا مجمع تھا حضرت کی
زیارت سے اور اُن متبرک مکانوں کی زیارت سے مشرف ہو کر جب واپس ہوئے
بدہ پہنچکر مولٰنا کو بخار ہو گیا یہ خیال ہوا کہ جُدائی ایسے بزرگ اور بزرگ مقاموں اور
پیادہ پا زیادہ چلنے کے سبب ہے اور نہ کچھ پہلے حج سے بھی طبیعت ناساز تھی
جدہ پہنچتے ہی جہاز پر سوار ہو گئے اس جہاز کا لنگر اُٹھنے والا تھا اور دیگر جہاز وں کی
خبر عشرہ بلکہ دو ہفتہ تک کی تھی اس لئے یہ خیال کیا کہ پندرہ روز میں بمبئی جا پہنچینگے
اور اتنی تکلیف اُٹھالیں گے واقعی اس جہاز میں اُتنی ہی تکلیف ہوئی جتنی جا بتی
دفعہ جہاز میں آسایش و راحت پائی تھی دو روز جہاز پر چڑھے ہوئے ہوئے تھے
کہ مولٰنا کو دورہ صفراے معمولی ہوا اور بخار بھی۔ وہاں نہ جگہ راحت کی نہ دوا نہ کچھ
تدبیر مرض کی شدت ہوئی ایک دن یہ نوبت ہوئی کہ ہم سب مایوس ہو گئے اور جہاز
میں وبا تھی ہر روز ایک دو آدمی انتقال کرتے تھے عدن پہنچے وہاں قرنطینہ ہو گیا
یعنی بسبب مرض نہ جہاز کے آدمی کنارہ پر اُتر سکے اور نہ شہر کے آدمی جہاز پر آسکے
بعدہ پھر مکلہ میں قدرے قیام کیا وہاں سے البتہ نیبو بکنے آئے وہ لئے تربوز اور
گلاب اور بعض ادویہ جہاز میں مل گئیں جہاز کے ڈاکٹر نے کونین دی اور مرغ کا شوربا
غذا کو کہا وہاں مرغ کہاں میسر تھا آخر مرغ بھی اپنے پاس سے دیا مولٰنا کو دورہ میں
غذا سے نفرت مطلق ہو جاتی تھی اب کچھ رغبت شروع ہوئی بمبئی ایسے پہنچے کہ بیٹھنے کی

ف: مولوی صاحب کو وطن آکر کونین سے جو مرض سفر میں پیدا ہوا

طاقت دشواری سے تھی دو تین روز ٹھہر کر وطن کو روانہ ہوئے ہر چند موسم سرما تھا مگر جبلپور کے میدانوں میں دوپہر کو لو چلنے لگی اور مولٰنا کی طبیعت بگڑ گئی خیر الحمدللہ اُس وقت نارنگی نیمبو یہ چیزیں پاس تھیں کھلائیں پانی پلایا وطن پہنچنے کے بعد مرض رفع ہوا گو نہ طاقت آئی مگر کھانسی ٹھہر گئی اور کبھی کبھی دورہ سانس کا ہوتا زیادہ بولنا دیر تک کچھ فرمانا مشکل ہوگیا پھر اُس میں بھی کسی قدر تخفیف ہوئی اسی سال شعبان میں رڑکی سے خبر ملی کہ پنڈت دیانند تشریف لائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مذہب پر کچھ اعتراض مشتہر کئے ہیں اہل رڑکی مولٰنا کو مجبر ہوئے کہ آپ تشریف لائیں مولٰنا باوجود ضعف اور مرض کے تشریف لیگئے اور بہت سے خادم ساتھ ہوئے اور اطراف وجوانب سے بہت سی مخلوق مولٰنا کی تقریر کے اشتیاق میں جمع ہوگئی مگر وہ بندہ اللہ گفتگو پر کیا آتا اینڈی بینڈی شرطیں کرتا تھا جس سے عاقلان خود میدانند اُس کی نیت سمجھ میں آتی تھی آخر غرض وہ چلدیا اور مولٰنا نے وہاں ایک وعظ کہا اور اُسکے اعتراضوں کے جواب ذکر فرمائے پھر واپس دیوبند تشریف لاکر رمضان وطن میں کیا اور اس عرصہ میں تحریر اُس تقریر کی شروع کی جو اُسکے جواب میں فرمائی تھی اصل اعتراض اس کا استقبال قبلہ پر تھا کہ یہ بت پرستی ہے اس رسالہ کا نام قبلہ نما ہے بہت بڑے حجم کا رسالہ ہے پھر پنڈت دیانند کہیں پھرپھرا کر میرٹھ پہنچے اور وہاں وہی اُن کے دعوے تھے واقعی جس کو شرم نہو جو چاہے کرے اتفاقاً جناب مولوی صاحب بھی اُن دنوں میرٹھ کا ارادہ فرمارہے تھے کہ وہاں سے بعضے صاحبوں نے بلانے کے بارے میں تحریک کی غرض مولٰنا میں ہرچند مرض کے بقیہ اور ضعف کے سبب قوت نہ تھی مگر ہمت کرکے پہنچے تو وہ بہانہ وحیلہ کرکے وہاں سے کافور ہوگیا وہاں بھی اُس کا جواب ویسے ہی

رڑکی سنہ ۱۲۹۵ھ

مولوی صاحب کے نام سے دیانند کا فرار ہونا اور مولوی صاحب کا وعظ فرمانا۔

ف مولوی صاحب کا تقریر فرمانا اور مولوی عبدالعلی کا جواب ترکی بترکی نام رکھنا۔

مولانا نے کچھ بیان فرمایا اور پھر کچھ تحریر شروع کی جس کو مولوی عبدالعلی صاحب نے بطرز جواب لکھا اور نام جواب ترکی بترکی رکھا پنڈت کے بعضے معتقدوں نے کچھ تحریر بجواب مولانا بے سروپا بھی تھی اور کچھ اوت پٹانگ مسلمانوں کے مذہب پر اعتراض کئے تھے یہ رسالہ اُس کے جواب میں ہے اور اس عرصہ میں چند بار جلد جلد وہی دورہ ہوا اور کئی بار صورت سانس کیسی ہو گئی پھر اللہ جل شانہٗ نے تخفیف فرمادی یوں خیال تھا کہ اب یہ مرض ٹھیر گیا خیر دورہ ہے ہر چند صحت اور نجات کی اُمید پوری نہ تھی کیونکہ علاج ہر قسم کے ہوئے صورت آرام کی ہوئی یونانی طبیبوں نے ہر قسم کا علاج کیا ڈاکٹروں نے ہر طرح سے تدبیر کی ہندی ادویہ کشتے رس وغیرہ برتے مگر مرض رفع نہوا دو برس اسی کیفیت پر گذر گئے کہ گاہ کچھ صورت تخفیف کی ہو کر قدرے طاقت آئی اور پھر دورہ سانس کا ہوا اور وہی صورت ضعف کی ہو گئی ایک روز کے مرض میں مدتوں کی طاقت سلب ہو جاتی تھی اور مولانا نے برخلاف عادت اس مرض میں جو علاج ہوا اسکو قبول کیا جو دوا کھلائی کھالی جو تدبیر کسی نے کی اُسکو کر لیا البتہ مزاج لطیف و نفیس تھا ویسی ہی دوا کو پسند فرماتے اور بعد عرض کرنے خدام کے جو دوا ہوتی استعمال فرما لیتے کئی بار مسہل بھی ہوا سردست تخفیف ہو جاتی تھی مگر جڑ مرض کی نہیں جاتی تھی حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبندی آخر تک مصروف رہے اور ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن صاحب مظفر نگری نے علاج میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر تقدیر سے چارہ نہیں اور موت کا کچھ علاج نہیں اور وقت مقدر ٹلتا نہیں اگر دوا اور تدبیر پر کام ہوتا تو بیشک مولانا کو صحت ہوتی اور وہ دوائیں مولانا کے لئے میسر ہوئیں کہ جو امرا کو بھی شاید بدشواری میسر آویں اور ویسا علاج ہوا کہ جو بادشاہوں کو بھی شاید ہی نصیب ہو کہاں طمع اور خوف کی بات اور کہاں عقیدت قلبی آخر کو صورت

ف مولوی صاحب کا بسبب مرض کبھی صحت پانا اور کبھی بیمار ہو جانا۔

مرض کی یہ ہوئی کہ جناب مولوی احمد علی صاحب کو فالج ہوگیا تھا اُس میں سہارنپور
تشریف لیگئے اور حافظ عبد الرحمن صاحب کو مظفر نگر سے بلایا تھا اُسی روز گئے
اور پھر شام کو واپس ریل میں آئے تکان کے سبب طبیعت علیل ہوگئی مگر چند روز
کے بعد صحت ہوگئی جب کچھ قوت آئی علاؤ الدین بندہ زادہ کی استدعا پر کچھ پڑھانا
بھی شروع کیا بعد عصر کچھ ترمذی کی ایک دو حدیث ہوتی جبتک کھانسی نہ اٹھتی بیان
فرماتے تھے اور جب کھانسی کم ہوتی تب بھی ذرا ٹھیر کر بیان فرماتے اور جب شدت
ہو جاتی موقوف فرما دیتے پھر اسی عرصہ میں سہارنپور کا قصد کیا اور جناب مولوی
احمد علی صاحب کو تخفیف اصل مرض میں ہوگئی تھی مگر بخار اور ضعف شدید تھا مولوی
صاحب ٹھہرنے کے باعث ہوئے دو ہفتہ وہاں قیام فرمایا اور اتنا قیام خلاف
عادت تھا وہاں دورہ ہوا اور ساتھ ہی اُسکے ذات الجنب بھی ہوا یہاں دوسرے
دن خبر ہوئی اُسی روز حافظ انوار الحق صاحب روانہ ہوئے اور صبح کو مولویصاحب کو
ریل میں لے آئے مگر آئے کیا کہ سانس نہ آتی تھی ناچار فصد لی درد موقوف ہوا پھر کچھ
درد کا اثر معلوم ہوا اُسکے لئے جونک لگائی دو تین دن طبیعت صاف رہی اس
عرصہ میں دہلی سے کچھ دوائیں مقوی آئی تھیں اُن کا استعمال ہوا ضعف نہایت
تھا بات کرنی دشوار تھی اُس میں حرارت کو شدت ہوگئی اور کبھی کبھی غفلت ہوجاتی
بھی اوّل ایک کُنین دیا تھا رائے ہوئی کہ پھر کُنین دیا جاوے کُنین دیا دو دست ہوکر
غفلت کو شدت ہوئی ظہر کے وقت تک جواب دیتے تھے مگر ہوش نتھا یہانتک کہ
نماز کیلئے کہا تو سوائے اچھا کے اور کچھ نہ کرسکے نہ تیمم کی طرف توجہ ہوئی نہ نماز کی
طرف تب ایک صورت یاس کی ہوئی یہ منگل کا دن تھا آخر روز میں وہ جواب بھی
موقوف ہوگیا اور ایک تشنج کی آمد شروع ہوئی اُس کو نزع اور یوں جانا کہ اب وقت

مولوی صاحب کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا

آخر ہے مگر وہ رات اور دن اور اگلی رات اور دوپہر جمعرات کے اسی کیفیت پر
گذرے اُس وقت میں سب احباب امروہہ۔ مراد آباد۔ میرٹھ۔ سہارنپور۔ گنگوہ
نانوتہ وغیرہ سے جمع ہو گئے تھے۔ چوتھی جمادی الاولے ۱۲۹۷ھ بارہ سو ستانوے
ہجری جمعرات کو بعد نماز ظہر اچانک دم آخر ہو گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ایک
قیامت ہو گئی گھر میں وسعت نہ تھی مدرسہ میں لاکر جنازہ رکھا اور بعد غسل و کفن
باہر شہر ایک قطعہ زمین کا حکیم مشتاق احمد صاحب نے خاص قبرستان کیلئے اسی
وقت وقف کردیا وہاں اوّل مولٰنا کو دفن کیا مغرب سے پہلے نماز ہوئی باہر شہر کے
میدان میں نماز ہوئی اتنا مجمع ان بستیوں میں کبھی دیکھنے کا اتفاق نہوا تھا بعد
مغرب دفن کیا اور اُس خزانہ خوبی کو سپرد زمین کردیا اور ہاتھ جھاڑ کر چلے آئے
مولوی صاحب کے انتقال کا سا غم والم کبھی نہیں دیکھا تھا ایک ماتم عام تھا۔
ہر چند شور و غوغا اور سر پٹینا اور کپڑے پھاڑنا نہ تھا کیونکہ ببرکت صحبت مولٰنا
جتنے لوگ تھے حدود شرعی سے باہر نہوتے تھے مگر ایسا غم عام ہے ہمنے دیکھا نہ سُنا
اللہ تعالیٰ درجات عالی جنت میں نصیب فرمائے اور جوار خیر میں جگہ دیوے
جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سہ شنبہ کو منگل کے روز خبر کی بدھ کے
دوپہر سے پہلے مولوی صاحب تشریف لائے اور جمعہ کے روز سہارنپور کو
تشریف لیگئے مولوی صاحب کو یہ ایسا صدمہ ہوا ہے کہ اس سے زیادہ کیا
متصور ہو۔ مگر ایسا ضابطہ کہ سکوت اور نماز میں اکثر گذرتی رہی مولوی صاحب
کی طبیعت پہلے سے بھی ناساز تھی اب یہ صدمہ ہوا سہارنپور پہنچکر شنبہ کے روز
جناب مولوی احمد علی صاحب کا انتقال ہو گیا یہ آفت پر آفت اور مصیبت پر مصیبت
ہو گئی مگر مولوی صاحب کے صدمہ کے جنب اور مقابلہ میں یہ صدمہ بہت ہی

انتقال حضرت مولانا احمد علی صاحب

گم ہوگیا ورنہ خدا جانے اس کا کتنا صدمہ ہوتا جناب مولوی صاحب نے دو
صاحبزادے چھوڑے ایک میاں احمد جن کی عمر اٹھارہ برس کی ہے شادی
ہوگئی طالب علمی میں مصروف ہیں بحمد اللہ ذہن عمدہ طبیعت تیز مزاج سنجیدہ
ہے مولٰنا کے قدم بقدم خدا تعالےٰ کرے اور ویسی ہی شہرت اور عزت خدا
نصیب کرے اور صلاح و تقویٰ اور نشر علم و خیر اُن کی ذات سے فرما وے۔

صاحبزادوں کا حال

چھوٹے صاحبزادے میاں محمد ہاشم آٹھ برس کی عمر بہت ذی ہوش مستقیم
مزاج ہیں قرآن شریف حفظ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کمالات ظاہری اور باطنی نصیب
فرماوے اور تین صاحبزادیاں ہیں ایک بی بی اکرامن یہ سب سے میاں احمد سے

صاحبزادیوں کا حال

بھی بڑی ہیں۔ مولوی صاحب کی اول اولاد یہی ہیں نکاح ان کا جناب مولوی
صاحب نے میاں پیرجی مولوی عبد اللہ صاحب سے کیا ہے یہ احقر کے
ہمشیرہ زادے ہیں اور اولاد میں شاہ ابو المعالی انبہٹیوی کے ہیں اور
مولوی انصار علی صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں اور احقر سے اکثر کتابیں پڑھی
ہیں اور جناب مولوی صاحب سے بھی پڑھا ہے نہایت عمدہ آدمی ہیں
اُن کے تین لڑکیاں اسوقت موجود ہیں اللہ تعالےٰ اُن کی نسل میں برکت
کرے مولوی صاحب کی سب اولاد میں صلاح و خوبی عام ہے اخلاق عمدہ
مہمان نوازی عادت مستمرہ ہے ان سے چھوٹی بی بی رقیہ ہیں ان کا نکاح
مولوی پیرجی محمد صدیق سے کیا ہے یہ مولوی صاحب کے ماموں مولوی امین الدین
صاحب مرحوم کے نواسے ہیں اور اولاد میں حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی
رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں نہایت نیک اور سنجیدہ مزاج ہیں اُن کے ایک لڑکا ہے۔
جناب مولوی صاحب نے دونوں لڑکیوں کا نکاح بالکل سنت کیموافق کیا بدون
اطلاع کسی کے جمعہ کے روز بعد جمعہ نکاح کر دیا البتہ جناب مولوی رشید احمد

صاحب کو بلوالیا تھا اور اُن کو غالباً اطلاع فرمادی تھی اور کسی کو خبر نہ تھی اور نہ کچھ جہیز وغیرہ کی فکر کی گئی مگر بعنایت خداوندی دونوں کے پاس زیور کپڑا جیسے ہماری برادری میں ہوا کرتا ہے موجود ہے نہایت خوش وخرم گذران ہے اللہ کا شکر اور احسان ہے چھوٹی صاحبزادی بی بی عائشہ اُن کی عمر چار برس کی ہے مولوی صاحب کو اُن سے بہت محبت تھی بخلاف اور اولاد کے مولوی صاحب ان کو پاس بٹھلا لیتے اور اُن سے باتیں کرتے اللہ تعالےٰ عمر وصلاح نصیب فرماوے یہ اس عمر پر بہت ہوشیار اور خوش مزاج ہیں اللہ تعالےٰ اور مزید فرماوے۔ جناب مولوی صاحب سے بہت سے لوگوں کو نسبت شاگردی ہے مگر عمدہ اُن میں سے ایک مولوی محمود حسن صاحب فرزند کلاں مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی ہیں اکثر کتابیں مدرسہ دیوبند میں پڑھیں اور حدیث مولانا کی خدمت میں حاصل کی اور تکمیل وہاں ہوئی مدرسہ دیوبند کی طرف سے اُن کو دستار فضیلت اوّل بار بندھی دوسرے مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی ہیں وارستگئی مزاج میں مولانا کے قدم بقدم بلکہ کچھ بڑھکر ہیں عمدہ استعداد ہے انہوں نے بھی مدرسہ دیوبند میں تحصیل کی ہے اور اوّل جناب مولوی رشید احمد صاحب سے تحصیل کی تھی۔ تیسرے مولوی احمد حسن امروہوی انسے مولانا کو کمال محبت تھی نہایت عمدہ ذہن وذکا اور اعلےٰ درجہ کی عمدہ استعداد ہی اور جناب مولانا سے کمال مناسبت ہے اور ان صاحبان کے علاوہ مولانا کے بہت سے شاگرد ہیں۔ مولانا باوجود اجازت حضرت حاجی صاحب مخدوم مکرم وقبلہ ایک زمانہ تک کسی کو بیعت نکرتے تھے پھر آخر بہت تاکید کی بعد چند لوگ بیعت ہوئے اور بہت سے اُن میں مختتی صاحب حال ہیں مگر مولوی صاحب نے کسی کو اجازت نہیں فرمائی اور اب آخر میں بیعت سے

آپکے علاوہ اور بعض کے شاگردوں کا حال

انکار فرما دیتے تھے اگر کوئی طالب ہوا کچھ وظیفہ تبلا دیتے جیسے مولٰنا کے شاگرد اور مرید فدائی اور جان نثار خادم ہیں ایسے کہاں ہوتے ہیں حالانکہ مولٰنا سبکی ساتھ دوستانہ اور برابری کا سا برتاؤ رکھتے تھے بلکہ تعظیم و تکریم سے گھبراتے تھے بعد انتقال جناب مولوی صاحب بہت سی تاریخیں اکثر صاحبان نے نکالیں سبکا یہاں ذکر کرنا طول ہے انمیں دو مادے پسند احقر ہوئے ہیں اُنکا ذکر کرتا ہوں ایک خود احقر نے نکالا ہے ۔کیا چراغ گل ہوا اور اسکو نظم بھی کیا ہے کئی طور پر اور دوسرا مادہ نہایت عمدہ بغایت پسندیدہ مولوی فضل الرحمن صاحب دیوبندی نے بھی نکالا ہے ’’وفات سرور عالم کا یہ نمونہ ہے‘‘ مولوی صاحب نے ایک قطعہ نظم بھی فرمایا ہے جس کا یہ ایک مصرعہ ہے اور دونوں بزرگونکی وفات کی تاریخ عبد الرحمن خانصاحب مالک مطبع نظامی کانپور نے نہایت عمدہ نکالی ہے وہ یہ ہے رضی اللہ عنہما دائماً اور احقر نے یہ مادہ اسکے لیئے پایا ہے مصیبت پر آئی مصیبت اب دعا پر ختم کلام کرتا ہوں ۔ یا اللہ یارب یا کریم اپنے فضل عمیم و عنایت عام و تفضیل تام سے ان حضرات کو اعلے علیین میں مقام کرامت فرما اور ہم پس ماندونکو اُن کے طریق مستقیم ہدایت پر استقامت نصیب فرما اسی پر زندہ رہیں اور اسی پر مریں اور اسی پر حشر ہو ۔ آمین ثم آمین ۔

ضمیمہ از ناظم مطبع قاسمی حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ حالات تحریر فرمائے ہیں وہ اپنی معیت و زمانہ ہمراہی کے اس کتاب میں درج فرمائے ہیں اور آپکی کرامات اور دیگر علمی حالات بکثرت ہیں اگر توفیق ایزدی نے معاونت کی تو دار العلوم سے کوئی صاحب اسکی تکمیل فرمائینگے اور بعد تکمیل خواہ اس کا ضمیمہ کر کے یا مستقل طور پر مطبع قاسمی اسکو طبع کرائیگا ۔ آپ کی اس وقت تک جس قدر کتب طبع ہو چکی ہیں مطبع ہذا سے بکفایت ملتی ہیں تفصیل انکی ذیل میں درج ہے ۔ کتبہ العبد المسکین محمد عماد الدین الانصاری ناظم المطبعۃ القاسمیۃ الدیوبندیۃ

تالیفات حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب قدس سرہ العزیز

جس شخص کو مولانا کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہو گا وہ خوب جانتا ہی ہوگا اور جس نے نہیں سنی وہ آپکی تالیفات دیکھ کر سمجھ سکتا ہو کہ آپکو حق تعالی نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا۔

آب حیات } یہ مضامین نہ کہیں دیکھے نہ سنے تھے سفر حج میں حضرت مرشد برحق کو سنا کر صلہ عامہ و تحسین کا خلعت لیا تھا اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا اثبات ہو۔ ۔ عہ

ہدایت الشیعہ ۔ ۔ ۔	عہ	یہ تینوں رسایل جواب اعتراضات شیعہ میں تالیف فرمائے ہیں
اجوبہ اربعین ۔ ۔ ۔	۵ر	
انتباہ المومنین ۔ ۔ ۔	ار	
تقریر دلپذیر ۔ ۔ ۔	عمر	ان دونوں رسالوں میں دلایل حقانیت دین اسلام ہیں۔
حجۃ الاسلام مع تتمہ ۔ ۔	عہ	

مباحثہ شاہجہانپوری ۔ ۔	۱۰ر	ان چاروں رسایل میں وہ مباحثے درج ہیں جو مولنانے علیہ الرحمۃ نے پادریوں وغیرہ سے کئے جواب معقول و منقول کو دلایل سے رد کیا۔ تحریر فرمائے ہیں۔
میلا خدا شناسی ۔ ۔	۲ر	
انتصار الاسلام ۔ ۔	۱۰ر	
قبلہ نما ۔ ۔ ۔	۵ر	
تصفیۃ العقائد ۔ ۔	۲ر	سر سید احمد خاں کی ایک تحریر کا جواب
توثیق الکلام ۔ ۔ ۔	ار	جزو بحث قرأت خلف الامام
دلیل محکم ۔ ۔ ۔	ار	
تحذیر حمیمیہ ۔ ۔ ۔	مر	اہلسنت حجت جس طرح وقت ضرورت بنایا گیا ہے

قصائد قاسمی	۲ر	جمال قاسمی	ار	مناظرہ عجیبہ در جواب شبہات تحذیر الناس	۴ر
لطائف قاسمی	ار	تحذیر الناس	۴ر		
حق صریح اثبات تراویح	ار	اسرار قرآنی	۲ر		
ترغیب الخیرات	ار	گلستان مناقب	ار	حفظ الایمان	ار

تصانیف لطیف زبدۃ العلماء راس الفقہاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

امداد السلوک مطبوعہ جدید	ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جسکو حضرت مولنا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ ظلہم نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ فرمایا تھا۔ فارسی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۱۴ر
ہدایۃ الشیعہ	ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب نہایت مدلل دیا ہی جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ یہ رسالہ کئی بار چھپا مگر اب پھر کمیاب ہو گیا تھا۔ اس لئے مع اصل اشتہار و سوالات پھر طبع کرایا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۳ر
زبدۃ المناسک	ضروریات حج سب اسمیں درج ہیں بحمد اللہ مسائل حج میں ایسی جامع اور مفید کتاب تالیف ہوئی ہے کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی چھوٹی تقطیع پر مسافروں کی جیب میں رہنے کے لائق ہے اسکے آخر میں ضروری روزمرہ کی عربی بولچال بھی درج ہے ۔ ۔ ۔	۲ر و ۳ر
سبیل الرشاد	یہ رسالہ رسایل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولنا نے تحریر فرمایا جسکو نہایت منصفانہ انداز پر ہونیکی وجہ سے موافقین و مخالفین دونوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ اردو میں ۔ ۔ ۔ ۔	ار
لطائف رشیدیہ	بعض استفسارات متعلقہ آیات قرآنی کے جوابات ہیں مع فتوی ثبوت پردہ مروجہ شرفائی ہند بآیات و روایات و شرح حدیث مسلم شریف متعلقہ آخر رجل دخل الجنۃ پر تحقیق بھی قابل دید ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵ر
رسالہ کراہت جماعت ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی کراہت روایات فقہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہو اور وہ عبارات کتب معتبرہ حل فرمائی ہیں کہ جن سے منکرین کراہت کو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ صاف خط عمدہ کاغذ پر طبع جدید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	ار
رسالہ تراویح	غیر مقلدین کا رد اور مذہب مقلدین کا احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵ر
فتویٰ مولود	یہ فتویٰ کا جواب ہے جس میں حضرت مولنا ممدوح اور بہت سے علماء کے مفصل جواب دربارہ مجالس مروجہ میلاد مذکور ہیں اسکے آخر میں فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت ایک تحقیق بھی قابل دید ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	ار
رسالہ جمعہ	اہل حدیث کے ایک فتویٰ کا جواب ہے جسمیں انہوں نے احادیث صحیحہ و آیات سے اپنے نزدیک ثبوت جمعہ در قری و جوب جمعہ بر اہل قری خوب موجہ و مدلل کر دکھایا تھا۔ اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	ار
رسالہ وقف	اہل حدیث نے یہ ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جبرئیل قرار دو حفاظ کا معمول راجح ہے بدعت ہیں حضرت مولنا نے اسکا جواب احادیث صحیحہ سے دیا ہے اور ان کا ثبوت بالسند الصحیح روشن فرما دیا ہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۵ر
فتویٰ ظہر	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب جہاں جمعہ ہو جاتا ہو وہاں احتیاط الظہر کی حاجت نہیں اور جس جگہ جمعہ درست نہیں ہے وہاں صرف ظہر با جماعت مثل اور ایام کے ادا کرنی چاہیے۔	
ہدایۃ المعتدی	یہ رسالہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام میں آپ ہی اپنا نظیر ہے دیکھنے والا منصف موافق ہو یا مخالف اسکے مطالعہ کے بعد بخوبی اس دعوی پر قادر ہو جاتا ہی کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پر کوئی دلیل نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۲ر و ۲ر
البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ	رد بدعات میں ایسی کتاب جامع اور مفید تحقیقات علمیہ اور بیان معانی نصوص شرعیہ پر مشتمل و حاوی نہ لکھی گئی نہ دیکھی گئی نظر تحقیق سے اس کتاب کو دیکھ لینا اور اسکے مضامین پر حاوی ہو جانا سنت و بدعت میں امتیاز کافی و وافی ہے ۔ ۔ ۔ ۔	۱۲ر

کتب خانہ اسلامی مطبع قاسمی دیوبند

اس کتبخانہ کی شہرت دعوت اہل علم کے قلوب میں ایسی راسخ ہو چکی ہے کہ جسکو انکو کسی قسم کی کسی کتاب کی جسوقت ضرورت پیش آتی ہے بلا تامل کتبخانہ ہذا سے طلب فرماتے ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ اُن کو اپنے مرکز دار العلوم دیوبند کیساتھ شغف کامل ہے ادھر کتب خانہ بھی اپنے مخلصین کیساتھ معاملات میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جسکی نظیر مشکل ہے فرمائش کیمطابق مال کی روانگی ممکن ہے ممکن رعایت جو دیگر مطابع نہ کر سکیں سال کی انتہائی احتیاط سے روانگی وغیرہ وغیرہ۔ ذخیرہ ہر قسم کی کتابوں کا موجود ہے۔ عربی فارسی اردو ہر فن اور علم اور تمام مطابع ہند و دیگر ممالک کی کتابیں یہاں سے ملتی ہیں۔ لہذا اُن حضرات کی خدمت میں عرض ہے جنہوں نے ابھی تک مطبع ہذا سے کوئی معاملہ نہیں کیا کہ وہ ایک مرتبہ معاملہ کر دیکھیں چند کتابوں کی فہرست مناسب سمجھکر ذیل میں درج کیجاتی ہے

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ

ضیاء القلوب	۳ر	جہاد اکبر	ار	غذائی روح	۳ر
ارشاد مرشد	۲ر	گلزار معرفت	۲ر	درد نامہ غمناک	ر
مثنوی تحفۃ العشاق	ار	تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب			۴ر

تالیفات فخر المحدثین حضرت مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند

ایضاح الادلہ (عہ) ادلہ کاملہ	ار
احسن القری	۲ار
جہد المقل حصہ اول (۴ر) حصہ دوم	۸ر

تالیفات حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام مجدہ

نشر الطیب	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری حادثہ جسکے اردو زبان میں یہ کتاب اپنی آپ نظیر ہے اس طرز پر آجتک کوئی سیرت نبی کریم صلعم کی نہیں لکھی گئی (عہ)	حق السماع	راگ کے بارہ میں منصفانہ و محققانہ بحث (ا)
کلید مثنوی	دفتر اول مثنوی مولانا روم کی اردو نہایت محققانہ شرح ہے جسکے دو حصہ ہیں اول حصہ (عہ) حصہ دوم (عہ)	خطبہ ماثورہ	اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو خطبے منقول ہوئے وہ جمع کئے ہیں (۱۰ر)
تعلیم الدین	ضروریات مسائل نصائح اعمال مراقبات مکاشفات (۹ر)	اصلاح خیال	نیچریوں کے خیالات کی معقول تردید اور اصلاح کیگئی ہے جو باذن اللہ مفید و نافع ہوئی (۲ر)
صفائی معاملات	فقہ کی ضروری باتیں جنکی ہر فرد بشر کو ضرورت رہتی ہے معاملات بیع و شراء و اجارہ وغیرہ میں (۱۰ر)	تجوید القرآن	قرآن شریف کی تلاوت کے ضروری ضروری قواعد اور ادائی حروف کے طریقہ۔
فروع الایمان	مومن میں جو خصائل ہونی چاہئیں یعنی خصائل ایمان (عہ)	شجرہ مع تعلیم الطالب	شجرہ منظومہ حضرت حاجی صاحب میں مشائخ سلسلہ کے مقامات مدفن و تاریخہائے وفات اضافہ کئے ہیں (ا)
اصلاح ترجمہ دہلویہ	ڈپٹی نذیر احمد خانصاحب دہلوی کے ترجمہ قرآن کے اغلاط (۱ر)	علاج القحط	وباء و قحط عالمگیر کا روحانی علاج جو حسب ضرورت زمانہ قابل دید ہے جسپر قیمت صرف (۳ر)
جزاء الاعمال	اسمیں افعال حسنہ و قبیحہ کی جزا اور سزا کا لازمی طور پر مترتب ہونا بیان کیا گیا ہے (۲ر)	حقوق الاسلام	اہل دنیا کے باہمی حقوق کی تفصیل (۲ر)
تحقیق تعلیم انگریزی	اسمیں انگریزی پڑھنے کے نفع اور نقصان کو مفصل بیان کیا گیا ہے (ر)	اصلاح الرسوم	یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جسمیں رسوم مروجہ کو دلائل سے باطل کیا ہے جزاہم اللہ خیر الجزاء (۴ر)
		بہشتی زیور	یہ نہایت مفید اور جامع کتاب مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے دس حصہ قیمت فی حصہ (۳ر)

جملہ درخواستیں اس پتہ سے ہوں — مولوی محمد عماد الدین انصاری ناظم کتبخانہ و مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور